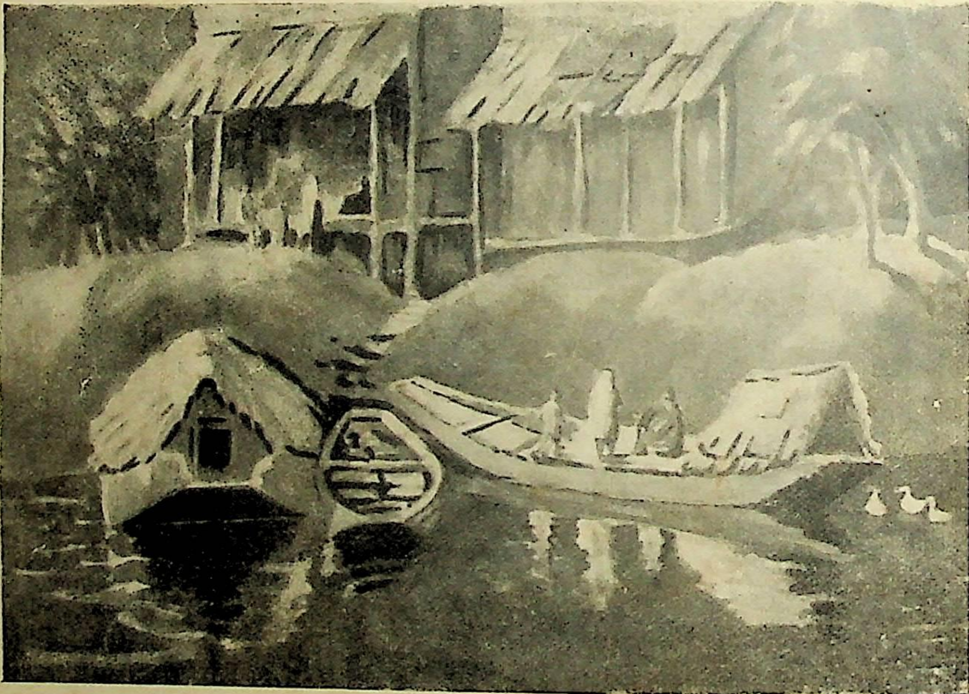
بمپوش

19.12.2000
Kashmir today



۷۵ نئے پیسے

شائع کردہ: کشمیری بزمِ ادب دہلی

Jan.—Feb.
1959

منظور شدہ محکمۂ تعلیمات حکومت جموں و کشمیر

کشمیری بزمِ ادب دہلی کا دو ماہی جریدہ

پمپوش دہلی

(ترتیب)

جلد ۲ - نمبر ۱

فی پرچہ — ایک روپیہ

سالانہ چندہ — پانچ روپے

سرورق:- پینٹنگ - عمل منوہر کول

جنوری - فروری ۱۹۵۹ء

کشمیری بزمِ ادب ۳/۴۷ بلیماراں دہلی

باہتمام نندلال برڈو پرنٹر پبلشر ایڈیٹر محبوب المطابع برقی پریس اردو بازار دہلی میں چھپ کر دفتر پمپوش ۳/۴۷ بلیماراں دہلی سے شائع ہوا

اپنی بات

یہ شمارہ پمپوش کے دوسرے سال کا پہلا پرچہ ہے۔ ہماری کوشش تھی کہ یہ شمارہ فروری میں شائع ہو۔ لیکن ہماری کوشش بارآور نہ ہو سکی۔ پہلے تو مضمون نگار حضرات لمبی تان کر سو گئے۔ پھر مالی مشکلات نے سر اُٹھایا اور جب ان دونوں مشکلوں سے چھٹکارا ملا تو پریس نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔ پمپوش کا ہندی سیکشن ڈیڑھ ایک ماہ تک پریس میں پڑا رہا تب کہیں پریس والوں کو پمپوش چھاپنے کی فرصت ملی۔ اس کوتاہی کا ہمیں افسوس بھی ہے اور ہم پڑھنے والوں سے معذرت خواہ بھی ہیں۔

پمپوش زندگی کے دوسرے سال میں قدم رکھ رہا ہے۔ پہلے مہلک سال میں پمپوش کو کئی ایک آندھیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ کتنی ہی مشکلیں درپیش آئیں لیکن پمپوش اور اس کے چلانے والے بے حد سخت جان نکلے اور پمپوش ان آندھیوں سے کملانے نہ پایا۔ اب پمپوش نئی اُمنگوں کے ساتھ اپنی زندگی کے نئے سال میں قدم دھر رہا ہے اور اس موقعہ پر ہم پھر ایک بار پمپوش نوازوں سے مخاطب ہو رہے ہیں۔

پمپوش کسی شخص واحد کی ملکیت نہیں اور نہ ہی پمپوش گروپ بندی کا قائل ہے۔ پمپوش میرا آپ کا اور ہر اس کشمیری اور کشمیر نواز بھائی کا رسالہ ہے جو کشمیری زبان اور کشمیری تمدن کو بڑھاوا دینے کا خواہاں ہو۔ اس اعتبار سے پمپوش کی کامیابی ہم سب کی کامیابی ہے۔ ہم مانتے ہیں جیسا کچھ دنوں پہلے ہماری ریاست کے علم دوست وزیر اعظم بخشی غلام محمد صاحب نے دہلی کے ایک عام جلسے میں فرمایا کہ ایک شایانِ شان رسالہ بنانے کے لئے پمپوش میں ابھی رنگ بھرنے کی کافی گنجائش ہے۔ لیکن اس کے باوجود یہ بھی حقیقت ہے کہ کشمیری بزمِ ادب دہلی ہی ایک واحد ثقافتی انجمن ہے جو پچھلے پانچ سال سے التزام کے ساتھ نہ صرف عالی شان جلسوں، پندرہ روزہ ادبی محفلوں اور اسی قسم کی دیگر سرگرمیوں سے ہندوستان کی راجدھانی میں کشمیری علم و ادب اور تمدن کو بڑھاوا دینے میں مصروف ہے بلکہ پمپوش ایسا رسالہ (جو کشمیری کا واحد رسالہ ہے اور اپنی نوعیت کا پہلا جریدہ کہلایا جا سکتا ہے) جاری کرنے کا فخر بھی اسی انجمن کو حاصل ہے۔

پمپوش کو ایک اعلیٰ پایے کا معیاری رسالہ بنایا جا سکتا ہے لیکن ایسا کرنے کے لئے بزم کو ہمہ گیر تعاون کی ضرورت ہے۔ یہ تعاون پمپوش کے پیارے پڑھنے والے پیش کر سکتے ہیں۔ اہلِ قلم حضرات سے تعاون کی زیادہ گنجائش ہے اور کشمیر سرکار بھی اس سلسلے میں بہت کچھ مدد دے سکتی ہے۔ کاش کہ پمپوش نوازوں میں بھی کشمیری زبان اور کشمیری تمدن کے ارتقاء کے لئے وہی لگن پیدا ہو جس لگن کے ساتھ کشمیری بزمِ ادب دہلی کے کارکن پمپوش کی آبیاری کرتے آئے ہیں۔

پچھلے ایک سال میں پمپوش کیا کچھ حاصل کر سکا اور کیا کچھ نہ کر پایا۔ اس کا فیصلہ ہم اپنے قارئین پر ہی چھوڑتے ہیں۔ البتہ ہم صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ ابھی کشمیری بزمِ ادب پمپوش کو ایک ماہواری رسالہ بنانے کی جرأت نہیں کر سکی۔ (باقی صفحہ ۱۵ پر)

کشمیری دُنیا

پچھلے دو ماہ کے دوران میں کشمیری بزمِ ادب دہلی کے دو غیر معمولی جلسے منعقد ہوئے۔ ایک اُس موقعہ پر جب کشمیری زبان کے جواں سال افسانہ نویس و ناول نگار اختر محی الدین صاحب ساہتیہ اکیڈیمی کے تقسیم انعامات کے جلسے میں شرکت کرنے اور اپنی ستن سنگر نام کی کتاب (جو اُن کے سات کشمیری افسانوں کا مجموعہ ہے) کے لئے پانچ ہزار روپیہ کا گراں قدر انعام حاصل کرنے کے لیئے دہلی آئے تھے اور کشمیری بزمِ ادب نے اُن کا سواگت کرنے کی غرض سے ایک جلسے کا اہتمام کیا۔ جلسہ ہندی بھون میں شری پریم ناتھ صاحب در کی صدارت میں ہُوا۔ ابتدا میں بزم کے جنرل سیکرٹری شری کشمیر ناتھ کول نے معزز مہمانوں کا تعارف کراتے ہوئے اس بات پر اظہارِ مسرت کیا کہ کل تک جس کشمیری زبان کو ایک ادبی زبان تسلیم کرنے سے انکار کیا جاتا ہے وہی زبان پچھلے دس ایک ہی سال میں اس قابل بن چکی ہے کہ آج وہ ہندوستان کی دیگر سرمایہ دار اور ترقی یافتہ زبانوں کی ہمسری کرنے لگی ہے۔

جنرل سیکرٹری نے کشمیری زبان کی افادیت کی توضیح کرتے ہوئے کہا کہ کشمیری زبان اہلِ کشمیر کے رگ و پے میں سیکولرازم کا سینچار کرنے کا بہت ہی بڑا اور اہم وسیلہ ثابت ہوئی ہے۔

اس کے بعد جناب اختر محی الدین صاحب نے اپنا ایک تازہ کشمیری افسانہ سنایا جسے بے حد پسند کیا گیا۔ پروفیسر جیالال کول صاحب جو اتفاقاً مجلس میں شریک تھے۔ کشمیری زبان میں نثر کی ارتقا پر ایک عالمانہ اور بصیرت افروز تقریر کی۔ انہوں نے کہا کہ انگریزی جیسی سرمایہ دار زبان نثر کا جو سلجھا ہوا اسلوب ایک صدی کی کاوشوں کے بعد قائم کر سکی کشمیری زبان نے دس ہی سال کے عرصہ میں نثر کا ویسا ہی ستھرا اور نکھرا ہوا اسلوب قائم کر لیا۔ کشمیری نثر کی یہ ترقی بلا شک حیرت انگیز ہے۔ جناب حلیم کاشمیری صاحب نے اس موقعہ پر اپنی ایک تازہ نظم "روشنس وار چھا" سنائی اور حاضرین پر وجد طاری کر دیا۔ شری پریم ناتھ صاحب در نے بزمِ ادب کی طرف سے جناب اختر محی الدین صاحب کو ساہتیہ اکیڈیمی کا انعام حاصل کرنے پر بدھائی دی۔ اخیر میں سیکرٹری نے معزز مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور اختر صاحب کی عزت افزائی کو جملہ کشمیری ادیبوں کی عزت افزائی قرار دے کر انہیں مبارک باد دی۔

اس کے چند ہی دن بعد کشمیری زبان کے ایک اور ممتاز کشمیری ادیب شری امین کامل صاحب کے سواگت کے لئے کشمیری بزمِ ادب دہلی کا ایک اور جلسہ ہندی بھون میں منعقد ہُوا جس کی صدارت کے فرائض شری جانکی ناتھ صاحب گنہار نے سرانجام دئے۔ جلسے کی کارروائی شروع کرتے ہوئے جنرل سیکرٹری شری کشمیر ناتھ کول نے معزز مہمان کا حاضرین سے اور حاضرین کا معزز مہمان سے تعارف کرایا اور اس کے ساتھ ہی کشمیری بزمِ ادب کی ادبی اور ثقافتی سرگرمیوں پر بھی روشنی ڈالی۔ اس کے بعد بزم کے جوائنٹ سیکرٹری شری سوم ناتھ سادھو نے "مترو یُدھ بھیٹ" عنوان کا ایک

منظر سیکٹ پڑھا جس میں لیلائے اسمبلی کے ایک اجڈ شیدائی کے جنون کا خاکہ کھینچا گیا تھا۔ اس کے بعد جناب حلیم صاحب نے آمدِ بہار پر شاعر کے دل کی کیفیت اور نئی امنگوں کے پر تولنے کے موضوع پر ایک وجد آفریں نظم سنائی۔ اس کے بعد شری گوپی کشن کول عرفی بگی نے " نویہ وُکریک دسلایہ" کے عنوان کا ایک افسانہ پیش کیا جس میں زبان اور محاورہ کی خاصی چاشنی موجود تھی۔ شری بشمبر ناتھ کول نے اس کے بعد قطعات پیش کئے۔ اس کے بعد جناب امین کامل نے کشمیری بزمِ ادب دہلی کی ادبی سرگرمیوں اور اس انجمن کے ارکان کی لگن کو شاندار خراجِ تحسین پیش کیا اور پمپوش کے اجراء کو ایک مستحسن قدم قرار دیا۔ شری امین کامل نے جو کشمیر کی کلچرل اکیڈیمی میں کشمیری سب کمیٹی کے کنوینر بھی ہیں، کلچرل اکیڈیمی کے آئندہ پروگرام پر بھی روشنی ڈالی۔ اس کے بعد انھوں نے اپنے مخصوص انداز میں دو کشمیری نظمیں پیش کیں جن کو سن کر اہلِ محفل جھوم اُٹھے۔ صدرِ جلسہ شری جانکی ناتھ صاحب گنہار نے اپنی فاضلانہ تقریر میں کئی ایک سجھاؤ پیش کئے جن سے کشمیری ادب اور کشمیری ثقافت کو بڑھاوا دینے میں کافی مدد مل سکتی ہے۔ حاضرین کی چائے پانی سے بھی تواضع کی گئی۔

• • •

آل انڈیا ریڈیو کے چودہ زبانوں کے کل ہند مشاعرہ میں اس سال کشمیر کی طرف سے جناب رسا جاودانی شریک ہوئے جن کی غزل اور اس کے ہندی ترجمے کو مشاعرہ میں بے حد سراہا گیا۔ کشمیری بزمِ ادب دہلی کے ارکان نے رسا صاحب کا خیر مقدم کیا۔ رسا صاحب کی غزل مع ہندی ترجمے کے پمپوش کے اسی شمارے میں شامل کی جا رہی ہے۔

• • •

کشمیری سمہ تراتسکتی نگر کی طرف سے پچھلے دنوں " روم آف دی ویلی " کے نام سے کشمیری موسیقی کا ایک پروگرام کروڑی مل کالج نئی دہلی میں پیش کیا گیا۔ پروگرام شری موہن لال ایمہ کی کاوشوں سے طے پایا اور کافی کامیاب رہا۔

• • •

کشمیری سہایک سمتی یعنی زون دہلی (رجسٹرڈ) کی قیادت میں ۳۱۔ دسمبر ۱۹۵۸ء کو دہلی کے کانسٹی ٹیوشن کلب گراؤنڈ میں ایک شاندار جشن منایا گیا۔ مہمانوں اور تماشائیوں سے کھچا کھچ بھرے ہال میں سمتی کے صدر شری ایس، ایل تنکد ھر نے اپنی استقبالیہ تقریر میں کشمیر سہایک سمتی کا پروگرام اور تاریخ بیان کرتے ہوئے بتایا کہ دہلی میں مقیم کشمیریوں نے باہمی امداد کے لئے آج سے پانچ سال پہلے اس سمتی کو وجود میں لایا تھا اور تب سے اس کا پروگرام وسیع ہوتا جا رہا ہے۔ سماجی، اقتصادی اور تمدنی لحاظ سے یہ تنظیم بے مثال کام کرتی آرہی ہے اور گذشتہ پانچ سال کے دوران اس نے کئی حاجتمند اور لاچار کشمیریوں کی امداد کی ہے۔ آپ نے یہ بھی بتایا کہ سمتی کے سامنے اب ایک کمیونٹی ہال بنانے کا پروگرام ہے جس کے لئے روپیے کی ضرورت ہے۔ اس میلے اور جشن کا افتتاح کرتے ہوئے جموں و کشمیر کے وزیر اعظم جناب بخشی غلام محمد نے کہا کہ ہر ایک کشمیری کا چاہے اس کے سیاسی اور مذہبی عقائد کچھ بھی ہوں، اس معاملے میں نظریہ بالکل صاف ہے کہ وہ اول تا آخر ہندوستانی ہے اور بہ حیثیت ہندوستان کے ایک شہری کے ہندوستان کی حکومت کے زریں اصولوں پر گامزن رہتا آیا ہے چاہے کتنی ہی مشکلیں اور رکاوٹیں آتی رہیں کشمیری اپنے ان زریں اصولوں سے پیچھے نہیں ہٹے گا۔ انھوں نے کہا کہ سیاسی معاملات میں کشمیری، مساوات، سیکولرازم اور امن کے علمبردار ہیں

(باقی صفحہ ۲۱ پر)

بشمبر ناتھ

ابھینو گپت آچاریہ

دسویں صدی کے عین وسط میں کشمیر کی مردم خیز سرزمین نے ایک ایسی درخشندہ ہستی کو جنم دیا جس کی ذہانت علمی استعداد روحانی کمال اور بذلہ سنجی و فلاسفی نے چاردانگِ عالم میں دھوم مچادی اور جس کی عظمت کا یہ عالم کہ صدیاں بیت جانے کے بعد اس درخشندہ ہستی کی ضو فشانیاں مہیب تاریکیوں کو چیرتی ہوئی آج بھی علم و ادب اور روحانیت کے شیدائیوں کو راہ دکھلاتے چلی جاتی ہیں۔ آسمانِ علم و ادب اور فلاسفی کے اس "چمکتے" ہوئے تارے کا نام نامی ابھینو گپت آچاریہ ہے۔ جسے کشمیریوں نے بھیرو کا اوتار مانا اور جس کو جنوبی ہند میں ابھینو گپت پاد یعنی شیش کا اوتار مانا جاتا ہے۔

خاندان اور پیدائش

ابھینو گپت کے خاندان کا شجرہ قنوج کے حکمران یشوورمن (۷۳۰ـ۷۴۰) کے ممتاز و مشہور درباری شاعر اور روحانی پیشوا اتری گپت سے جا ملتا ہے۔ جو گنگا اور جمنا کے دواب میں واقع انتر ویدی گاؤں کا ایک قابل برہمن اور شیو شاستروں کا عالم تھا۔ کشمیر کے فاتح اعظم مہاراجہ للتا دتیہ مکتا پیڈ نے جب ۷۴۰ء میں یشوورمن کو شکست دی اور قنوج کو زیرنگین بنا لیا۔ للتا دتیہ اتری گپت کے تبحرِ علمی اور روحانیت سے اتنا متاثر ہوا کہ اس نے اتری گپت کو کشمیر میں آکر سکونت پذیر ہو جانے پر آمادہ کر لیا۔ کشمیر میں اس علم دوست حکمران نے اتری گپت کو "گوٹھی گنڈ" نام کا گاؤں جاگیر میں دے دیا اور اتری گپت کے خاندان کے لئے پروردپور میں وتستا کے کنارے سیتم شو بالمی مندر کے بالمقابل ایک عالیشان عمارت بھی تعمیر کروا دی۔

للتا دتیہ کے بعد اس خاندان پر ۱۵۰ سال کیا گزری؟ اس کے متعلق تواریخ خاموش ہے۔ البتہ اسی خاندان سے ۱۵۰ سال کے بعد وراہ گپت نام کے ایک شخص نے اپنی خاندانی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے علم اور بھگتی میں کافی شہرت حاصل کی۔ وراہ گپت کا بیٹا نرسہم گپت عرف چوکھولکا تھا جو اپنے وقت کا ایک زبردست عالم و شردھالو شیو بھگت مانا جاتا ہے۔ اسی نرسہم گپت کی پارسا اور سگھڑ بیوی دیمل کلا کے بطن سے ۹۵۰ء اور ۹۶۰ء کے درمیان ابھینو گپت کا جنم پروردپور میں ہوا۔

پس منظر

اہلِ کشمیر زمانہ قبل از تاریخ میں کس مذہب کے پیرو تھے اس کے متعلق کوئی تفصیلی دستاویزی شہادت ہمارے پاس موجود نہیں۔ البتہ تحقیق و تفتیش سے یہی نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ کشمیر میں بودھ دھرم کے نفوذ سے پہلے "ناگ آریہ" قسم کا ایک مرکب مذہب موجود تھا جس کے اجزائے ترکیبی ناگوں اور ویدک کال کے آریہ لوگوں کے مذہبی اعتقادات تھے۔ لوگ جہاں ناگوں کو پوجتے

تھے وہاں ساتھ ہی اردھ ناریشور یا اردھ ناری تشیشور کی بھی پوجا ہوتی تھی۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ ابھی یہ مرکب قسم کا دھارمک نظام ایک حد تک 'رسوم و قیود' تک ہی محدود تھا جس کی پُشت پر کوئی واضح اور تفصیلی فلسفہ موجود نہ تھا۔ ظاہر ہے کہ کشمیر کے آدی واسی ناگوں اور باہر سے آئے ہوئے آریوں نے امن و آشتی کے ساتھ دوش بدوش زندگی بسر کرنے کے لئے مذہبی رواداری کی ایک ایسی قندیل روشن کی جس کی تعریف کئے بغیر رہا نہیں جاتا۔ پھر جب تتھاگت کے پیروؤں اور بھکشوؤں نے بدھ کا پیغام کشمیر تک پہنچا دیا۔ اپنی روایتی رواداری کے باعث اہلِ کشمیر نے اس نئے مذہب کا باہیں پھیلا کر خیر مقدم کیا۔ حتیٰ کہ بودھ دھرم کی روح سے متاثر ہو کر اہلِ کشمیر نے بھی بدھ کو وشنو کا ایک اوتار تسلیم کر لیا اور اسے بھی اپنے دیوتاؤں کے زمرہ میں شامل کر کے پوجنے لگے۔ یہ سلسلہ تب تک برابر جاری رہا جب کُشان خاندان کے مشہور حکمران کنشک نے شمالی ہند میں ایک بھاری سلطنت قائم کر لی اور بودھ دھرم کو منظّم و مربوط فلسفہ سے آراستہ کرنے اور بودھوں کے مختلف مت متانتروں اور فرقوں کے خیالات میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی غرض سے کشمیر ہی میں چوتھی بودھ پریشد بلائی اور جب اس نے بالآخر کشمیر کو بودھ بھکشوؤں کے لئے وقف کر دیا۔ کشمیر پر بودھ بھکشوؤں کی عملداری قائم ہو جانے کے باعث بودھ دھرم کو وادی میں ایک خاص مقام اور امتیازی مرتبہ حاصل ہو گیا۔ اپنی اس امتیازی پوزیشن کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے بودھوں نے ناگ ارجن اپارشو اور اشو گھوش جیسے عالم بھکشوؤں کی سرکردگی میں عام تبلیغ شروع کر دی۔ چونکہ بودھ دھرم منطق اور فلسفہ کے پورے ساز و سامان سے لیس ہو چکا تھا۔ مساوات و برابری اس مت کا طرۂ امتیاز تھا۔ اس کے اصول عام فہم اور سلیس تھے اور اس کے مقابلہ پر کشمیر کا 'ناگ آریہ' دھرم ابھی تک ظاہری 'رسوم و قیود' میں ہی جکڑا ہوا تھا

قدرتی بات تھی کہ ہر شاستر ارتھ اور ہر مذہبی مناظرے میں برہمنوں کو بودھوں سے شکست ملنے لگی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اہلِ کشمیر میں سے اکثر غیر برہمن جاتیاں۔ جو مروجہ دھرم سے چنداں مطمئن نہ تھیں جوق در جوق بودھ دھرم کے احاطہ میں شامل ہونے لگیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے حالات میں ناگ دیوتاؤں کی عبادت بھی مٹنے لگی اور اردھ ناریشور کی عبادت بھی پس پشت پڑ گئی۔ جس کا ناگ دھرم کے علمبرداروں کو بھی دُکھ ہوا اور براہمنوں کو بھی۔ اپنی اس ہزیمت نے کشمیر کے قدیمی مذہب کے ان علمبرداروں کو جھنجھوڑنا شروع کیا اور اُن میں یہ احساس پیدا ہو گیا کہ بودھ دھرم کے امڈتے ہوئے طوفان سے قدیمی ہندو دھرم کو بچانا ہے تو ہندو دھرم کو رسوم و قیود کی جکڑ بندی سے آزاد کرنا ہوگا اور ساتھ ہی اسے ایک ایسے فلسفہ اور منطق سے آراستہ کرنا ہوگا۔ جو مقابلے میں پورا اُتر سکے۔ کشمیر کی مذہبی اور معاشرتی تواریخ میں یہ موڑ بے حد اہمیت کا حامل ہے۔ چنانچہ چندر دیو نامی براہمن کی سرکردگی میں ایک تحریک کا آغاز ہوا جو بعد میں پنپ کر اس قدر توانا اور تنومند بن گئی کہ بالآخر بودھ دھرم بھی کشمیریوں کی اس نئی مذہبی پرنالی میں مدغم ہو کر رہ گیا۔ اُدھر ہندوستان میں بھی کمارل بھٹ اور اس کے بعد سوامی شنکر آچاریہ نے بودھ دھرم کے حصار پر کاری ضربیں لگادی تھیں اور شنکر کے دگ وجے کے دوران جگہ جگہ یہاں تک کہ کشمیر میں بھی ہندو دھرم کے جھنڈے پھر سے گاڑ دئے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کشمیر کے ذہن رسا نے ایک نئی دھارمک پرنالی کو فروغ دیا جسے کشمیری شیوازم یا ترکا سے موسوم کیا جاتا ہے اور جس ترکا شاستر کی نوک پلک سنوارنے میں ابھینو گپت آچاریہ کا رول نہایت ہی قابلِ قدر ہے۔ گو کشمیری شیوازم کی داغ بیل ۸۲۵-۵۰ء میں وسوگپت نے شیو سوتر اور سپند کاریکا نامی تصانیف سے ڈال دی تھی اور اس کے بھٹ کلاٹ سومانند، اتپل دیو جیسے عالم ترکا

کو ایک باضابطہ شاستر بنانے میں شاندار کارنامے سرانجام دے چکے تھے۔ لیکن ترکاشاستر کی سب سے زیادہ مستند اور جامع تصنیف تنترالوک ابھینوگپت جیسے عالم باعمل کی ہی کاوشوں کی رہین ہے۔

لڑکپن و تعلیم

ابھینوگپت کا جنم ہی ایک ایسے دور میں ہوا جب کشمیر روحانیت اور علم دوستی کے جذبے سے سرشار تھا۔ اور جب اہل کشمیر کے علم وفضل نے ہندوستان کی سرحدیں پھلانگ کر چین، تبت، ہند چینی، جاوا، سماٹرا، بالی اور اُدھر وسط ایشیا تک سکّہ جما دیا تھا۔ یہی وہ زمانہ ہے جب کشمیر ساری دنیا میں شاردا پیٹھ مانا جاتا تھا۔ اور جب دُور دُور سے طالب علم کشمیر آتے اور یہاں کے علماء و فضلاء سے فیضان حاصل کرتے تھے۔ ابھینوگپت کی ایک اور خوش قسمتی یہ تھی کہ جنم بھی اس نے ایک ایسے خاندان میں لیا۔ جسے علم و ادب اور روحانیت کے جوہر پشت در پشت وراثت میں ملے تھے اور جس خاندان کا ہر فرد فکرِ معاش سے آزاد علمی سرگرمیوں میں ہی منہمک تھا۔ ابھینو کے والد تو مانے ہوئے عالم اور زاہد تھے ہی ابھینو کے چچا وامن گپت چچازاد بھائی کھیم، اتپل، چکرک اور پدم کے علاوہ اس کے چھوٹے بھائی منورتھ سبھی جیّد عالم ہو گذرے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے حالات میں شروع سے ہی ابھینو کی ذہنی نشوونما کو ایک سازگار علمی ماحول میسر رہا ہوگا۔

ابھینو کی ابتدائی تعلیم وقت کے دستور کے مطابق ایک مقامی پاٹھشالہ میں شروع ہوئی۔ جہاں بچپن ہی میں اس کے جوہر کھلنے لگے اور اس کی ذہانت و ذکاوت سے ابھینو کے گورو بھی ششدر ہو کر رہ جاتے۔ چھوٹے ابھینو کی زیرکی اور قابلیت کا یہ حال تھا کہ اس کے ہم جماعتوں کو ابھینو کے مقابلہ پر آتے ہی ایک لرزہ سا طاری ہو جاتا اور وہ ابھینو سے ایک خطرناک سانپ کی طرح ڈرتے۔ عالموں کا خیال ہے کہ اسی ہونہاری کی نسبت سے پاٹھشالہ کے استاد نے گپت خاندان کے اس فوق الفطرت چشم و چراغ کو ابھینوگپت پاد نام دیا۔ حالاں کہ والدین ابھینو کو مختلف نام سے پکارتے تھے۔

ایک دھچکا اور اس کا ردِّ عمل

ابھی ابھینوگپت پڑھ ہی رہا تھا کہ اس کی پارسا اور شفیق ماں عالمِ جوانی میں ہی چل بسی۔ چوں کہ ابھینو کو اپنی والدہ سے شدّت کا لگاؤ تھا اس کے بے وقت گذر جانے نے ننھے ابھینو کا شیشۂ دل چُور چُور کر چھوڑا۔ ماں کے بغیر اسے گھر سونا سونا سا لگتا۔ در و دیوار سے یاس و حسرت ٹپکتی۔ اس کی زندگی یکسر بے کیف ہو کر رہ گئی۔ اگر باپ کی محبت اور احترام اس کے پاؤں نہ جکڑتا تو شاید وہ ماں کے سایہ سے محروم گھر میں قدم رکھنا بھی گوارا نہ کرتا۔

ان ایام میں ابھینو ساہتیہ (ادب) کے مختلف اصناف کی تعلیم حاصل کر ہی رہا تھا۔ لیکن والدہ کی موت کے صدمے نے اسے اس قدر جھنجھوڑ ڈالا تھا کہ اب اسے ساہتیہ سے بھی چنداں دلچسپی نہ رہی۔ ستم بالائے ستم یہ کہ نرسمہ گپت نے اپنی جوان بیوی کے گذر جانے پر دنیا ہی ترک کر دی اور گوشہ نشینی اختیار کر کے باقی ماندہ زندگی ریاضت و عبادت میں ہی گزارنے لگا۔ دنیا کی بے ثباتی سے اب ابھینو کا دل اس قدر اُچاٹ ہو گیا کہ اس نے عمر بھر کنوارا رہنے اور گھر گرہستی کے بندھنوں میں نہ پھنسنے کا عہد کر لیا۔ اس عہد کو اس نے آخری دم تک سختی کے ساتھ پورا کیا۔

ذوقِ تجسّس

ماں کی جدائی اور باپ کے سنیاس نے ابھینو کو گھر کی ممتا سے آزاد کر دیا اور حیات و ممات کے سربستہ راز کھولنے، نجات کا راستہ تلاش کرنے اور عالم باعمل بننے کی دھن میں گھر سے نکل کھڑا ہوا اور ایک جنونی کی طرح مرشدوں کی تلاش میں پھرنے لگا۔ اُسے جہاں بھی کسی قابل عالم یا آچاریہ کا پتہ چلتا وہ پوری شردھا اور کامل

عقیدت کے ساتھ وہیں جاکر اپنی جھولی پھیلا دیتا اور علم کی بھیک مانگتا۔ ابھینو کا عقیدہ تھا کہ علم بجائے خود تعلیم کا انعام ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے ایڈیشنوں میں بھی اور اپنے ذاتی کردار سے بھی اسی نظریے کی تبلیغ کی کہ علم حاصل کرنے کے لئے جس قدر ریاض اور جس قدر قربانی دی جائے کم ہے۔ اور پھر اسے اس بات سے بھی کبھی یہ خاش نہ تھی کہ علم کا سرور عطا کرنے والا سرچشمہ کہاں ہے کس مت اور مذہب کا ہے۔ خود وہ اپنی شہرہ آفاق تصنیف "تنتر آلوک" میں لکھتا ہے:

"خوش نصیبی سے اگر طالب علم کو ایک ایسا گورو میسر بھی ہو جائے جو خود بھی کامل بن چکا ہو اور جو اپنے شاگرد کو بھی کامل بن جانے کی راہ دکھا سکے۔ پھر بھی یہ کوئی معقول وجہ نہیں بن سکتی کہ طالب علم دوسرے مرشدوں اور آچاریوں سے فیضان حاصل کرنے کی کوشش نہ کرے"

یہی نظریہ اس بات کا موجب بنا کہ ابھینوگپت نے ہر مروجہ شاستر اور علم کے ہر مروجہ سرچشمے میں پوری پوری دست گاہ حاصل کرنے کے لئے وقت کے تقریباً ڈھائی درجن آچاریوں اور عالموں سے تعلیم پائی جن میں نرسمہ گپت - وامناتھ، بھوتی راج تنیا، بھوتی راج، لکشمن گپت، اندوراج، بھٹ طوطا اور شمبوناتھ جیسے عالم بھی شامل ہیں۔ گورو دھارن کرنے میں ابھینو نے کبھی تخصیص و امتیاز کو حایل نہ ہونے دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے پنڈتوں اور برہمنوں کے علاوہ بودھ اور جین دھرم کے آچاریوں کے سامنے بھی زانوئے ادب تہ کیا اور اس طرح سے اس نے مختلف آگموں کے علاوہ علم عروض (PROSODY) دھونی (SUGGESTION) "تنتر شاستر - ناٹیہ شاستر (DRAMATURGY) اور گرامر پہ پوری پوری قدرت حاصل کر لی۔ اس کی سچی لگن کو دیکھ کر اس کے مرشدوں نے بھی ابھینو کو خوشی خوشی نہال اور مالا مال کر دیا۔

عالم با عمل

ابھینو صرف ایک عالم ہی نہیں تھا، ودیا ساگر ہی نہیں مانا جاتا تھا بلکہ تحصیل علم کے ساتھ ہی ساتھ وہ سادھنا بھی کرتا گیا اور یہ سادھنا ختم کے بعد اس نے یوگ سدھی بھی حاصل کر لی۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے ایسے ایسے معجزے دکھائے کہ وقت کے عالموں اور فاضلوں نے اُسے متفقہ طور پر آچاریہ تسلیم کر لیا۔

ابھینوگپت کے فاضل ٹیکا کار (مفسر) جے رتھ نے اپنے گورو کا حوالہ دے کر لکھا ہے کہ ابھینوگپت میں اعجاز کی وہ پانچوں علامتیں موجود تھیں جو ایک پہنچے ہوئے سالک کا طرۂ امتیاز کہی جا سکتی ہیں اور یہ پانچ علامتیں یہ ہیں:

(۱) شِو (رُودر) کی اٹوٹ عقیدت (۲) منتر سدھی (۳) پانچوں عنصروں پر مکمل کنٹرول (۴) مقصد اعلیٰ حاصل کرنے کی قابلیت اور (۵) ایکا ایکی سارے شاستروں کا سچا گیان ہو جانا

انھیں معجزوں کے باعث ابھینو کے ہم عصروں اور بعد کے لکھنے والوں پر بھاری اثر پڑا اور انھیں کے باعث اسے مختلف شاستروں اور ساہتیہ کے مختلف اصناف میں کامل کامیابی نصیب ہوئی۔

تصانیف

ابھینو کی ادبی سرگرمیوں کا دور اس کی اپنی تصانیف کے مطابق ۹۸۵ء سے شروع ہوتا ہے جب اس نے اپنی پہلی تصنیف کرم ستوترا لکھی اور یہ سلسلہ ۱۰۱۴-۱۵ء تک جاری رہا۔ اس دوران میں اس ہمہ دان عالم نے جو کچھ لکھا نہ جانے اس میں سے کتنے جواہر پارے گردش دوراں کے ہاتھوں تلف ہو گئے ہوں گے۔ لیکن اس کے باوجود ابھینو کی جو تصانیف زمانہ کی دست برد سے بچی بچائی ہم تک پہنچ گئی ہیں ان سب کی تعداد تین درجن تک جا پہنچتی ہے۔ ان میں وہ چھوٹی بڑی چیزیں بھی ہیں جو فلسفہ بالخصوص کشمیری شیو ازم سے متعلق ہیں اور وہ تصانیف

بھی جن کا تعلق ساہتیہ کے مختلف اصناف کے ساتھ ہے۔

سمادھی

ابھینو گپت کی وفات کا سن بھی بد قسمتی سے اسی طرح متعین نہیں ہو سکا ہے جس طرح اس کی پیدائش کے سن کی پوری پوری شہادت دستیاب نہیں ہوتی۔ البتہ روایت ہے کہ جب اس مرد سالک نے اپنی زندگی کا وہ مقصد پورا کر لیا۔ جس کی تکمیل کے لئے اُسے جسدِ خاکی عطا ہوا تھا۔ ابھینو اپنے ۱۲۰۰ شاگردوں کے ہمراہ بھیرو ستوتر کا جاپ کرتا ہوا بھیرو گاؤں کے متصل ایک گپھا میں داخل ہوا اور اپنے شاگردوں سمیت دنیا والوں کی نظروں سے غائب ہو گیا۔ ابھینو گپت کے غار میں داخل ہونے کی یہ روایت سینہ بہ سینہ آج تک برابر چلی آتی ہے۔ اور چہ ہندو وچہ مسلمان سبھی میں یہ مشہور ہے کہ ابھینو گپت آچاریہ بھیرو علاقہ کی ایک گپھا میں ——— جو آج بھی موجود ہے ——— داخل ہو کر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

کشمیری شیولیعنی ترکا کی ارتقا میں جو رول ابھینو گپت آچاریہ نے ادا کیا۔ اور ناٹیہ شاستر یعنی علم ڈراما، دھونی، جمالیات اور شعر و سخن کی ہر صنف میں گل فشانیاں کر کے ابھینو نے ہندوستان کی تمدنی وراثت میں اضافہ کیا۔ ان باتوں پہ اگلے شمارہ میں روشنی ڈالی جائے گی۔

اکبر جے پوری

غزل

خونِ گشتہ دل سے رنگِ گلستاں بنا دیا
سوزِ نفس سے بزمِ چراغاں بنا دیا

اللہ رے تیرے راز کی یہ پردہ داریاں
ماضی کے ہر خیال کو نسیاں بنا دیا

دستِ جنونِ شوق کی ہائے رے بےبسی
چاکِ جگر کو جزوِ گریباں بنا دیا

دے دے کے داغ تیری جدائی نے بارہا
زخمِ جگر کو اور نمایاں بنا دیا

کیوں کر نبھے گی اس دلِ کفر آشنا سے اب
مجھ کو تو ان بتوں نے مسلماں بنا دیا

چاروں طرف ہیں حسن کی یوں جلوہ ریزیاں
بیداریوں کو خواب پریشاں بنا دیا

لایا تھا داغِ دل کی نمائش کے واسطے
ان کو چراغِ جشنِ بہاراں بنا دیا

شیدا کشمیری

خزاں

دیکھنے آئے صراحی، جام اور مینا کی آگ
حضرتِ موسیٰ سے سننے آئے ہیں سینا کی آگ

برگ برگ اس باغ کا اب مخزنِ صد طور ہے
ڈالی ڈالی میں وہ حُسنِ آتشیں مستور ہے

ہے چنارِ شعلہ پوش و شعلہ پرور شعلہ بار
شور ہے صحنِ چمن میں "ایں چہ آتش ایں چہ نار"

ہے چمن زاروں میں قدرت کی نئی گُلکاریاں
اُٹھتی ہیں ہر برگ سے ہر پھول سے چنگاریاں

پوچھ بیٹھا تو اے چنارِ باغ یہ کیا راز ہے
تو سراپا سوز ہے ندی سراپا ساز ہے

تیرے ہر اک برگ میں پنہاں شرر انگیزیاں
قطرے قطرے میں نہاں اس کے ترنّم ریزیاں

بہ رہی ہے آبِ جُو کیا ناچتی گاتی ہوئی
پیچ اندر پیچ، خم در خم ہے بل کھاتی ہوئی

جھینپتی عُریانیت پر اپنی شرماتی ہوئی
دل کو اک گہوارۂ سنگیں میں بہلاتی ہوئی

آگ پھولوں میں چمن میں آگ، اشجاروں میں آگ
ہر طرف شعلے ہی شعلے زعفراں زاروں میں آگ

باغِ شالیمار میں آگ، اس کے فوّاروں میں آگ
ہے نسیم آتش کدہ پیدا ہے کہساروں میں آگ

چُن رہی ہیں پھول اور گاتی ہیں دہقاں زادیاں
حُسن کی آبادیاں پھولوں کی یہ شہزادیاں

آج کل کشمیر ہے اک کائناتِ آتشیں
مل گئی ہے اہلِ گلشن کو حیاتِ آتشیں

کمال لداخی

فضل اللہ

فضل اللہ اپنے گاؤں کے سب سے بڑے زمیندار ہی نہیں بلکہ بڑے اثر و اقتدار کے بھی مالک بن گئے۔ ان کا پختہ مکان دور سے ایک پرانا محل جیسا لگتا ہے۔ کہتے ہیں وہ پہلے پہل ایک امیر آدمی کے پاس نوکر تھے۔ جب وہ آٹھ ہی برس کے تھے، باپ انتقال کر گیا۔ ماں پڑوس کے زمیندار کے گھر اون کات کر گزر بسر کرنے لگیں اور وہ خود شہر میں ایک امیر سوداگر کے ہاں نوکر ہوئے۔ سوداگر، فضل اللہ سے دکان کا کام لینے کے علاوہ گھر کے برتن صاف کرواتا، کمروں میں جھاڑو دلواتا اور اپنے پیر دبواتا تھا۔ گاؤں میں وہ 'فضل اللہ' کی جگہ 'فُولا' کہلاتا تھا لیکن جب سوداگر کے پاس آئے تو سب 'فضل' کہنے لگے لیکن سوداگر کے بچے 'فضول آیا'، 'فضول آیا' کہہ کر پکارتے تھے۔

سوداگر کے بچوں کی دیکھا دیکھی اڑوس پڑوس کے لڑکے بھی فضل اللہ کو 'فضول آیا'، 'فضول آیا' کہہ کر ستانے لگے اور یہ خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتے تھے۔ سوداگر کے سب سے چھوٹے بچے سے فضل اللہ کو بڑی چڑھ تھی کیونکہ اس کی خاطر اسے کبھی گدھا بن کر بازوؤں اور ٹانگوں کے بل چلنا پڑتا تھا اور کبھی بکری بن کر ممیانا پڑتا تھا۔ لڑکا اُن کی پیٹھ پر سوار ہو جاتا اور چابک کی ہلکی ہلکی ضرب ٹانگوں پر چلاتا جاتا اور فضل اللہ اس کو اِدھر اُدھر گھمایا کرتے تھے۔

فضل اللہ کی تابعداری اور محنت پر سوداگر بہت ہی خوش تھا اور ایک دن سوداگر نے خوش ہو کر فضل اللہ کو پرچون اور اشیاءِ خوردنی کی ایک دکان سونپ دی۔ شروع شروع میں فضل اللہ دکان پر دیانت داری سے کام کرنے لگے۔ سوداگر کو فضل اللہ پر کامل اعتماد تھا۔ لہٰذا حساب کتاب میں خاص توجہ نہیں دیتا تھا۔ لیکن جب ہزاروں روپیوں سے واسطہ پڑا تو اُن کی چمک سے فضل اللہ کی آنکھیں چندھیا گئیں اور کچھ نہ کچھ روپیہ بٹورنے لگے۔ جوں جوں تجارت کے گُر میں انھیں مہارت حاصل ہوتی گئی توں توں ان کی آمدنی میں بھی اضافہ ہونے لگا اور وہ چٹورپن سے زیادہ روپیہ بٹورنے لگے۔ کچھ عرصے کے بعد فضل اللہ کے پاس ایک اچھی خاصی رقم جمع ہو گئی۔ ایک دن کسی بات پر سوداگر کو فضل اللہ کی دیانت پر شک ہوا۔ اس نے فضل اللہ کو بلایا اور دکان کے حساب کی جانچ پڑتال کی۔ لیکن ان میں بہت جلد لے دے ہونے لگی۔ سوداگر نے حسبِ عادت فضل اللہ کو سخت ترش الفاظ کہے لیکن فضل اللہ بھی گرمی سے تکرار کرنے لگے۔ فضل اللہ کا طرزِ عمل دیکھ کر سوداگر تلملا اُٹھا اور خوب ڈانٹ ڈپٹ کرنے لگا۔ لیکن وہ دو سال پہلے والا فضل نہیں تھا جو سوداگر کی آنکھ کے اشارے پر ناچا کرتا تھا اور ترش باتیں سہہ لیتا تھا۔ فضل اللہ نے سوداگر کو جواب میں غلیظ گالیاں سنائیں اور چلتے بنے اور سوداگر حیرت سے منہ کھولے ... رہ گیا۔

سوداگر کے ہاں سے نکل آنے کے بعد فضل اللہ سیدھے اپنے آبائی گاؤں آئے۔ اپنے باپ کے مکان کے پاس ایک بڑی کافی زمین خریدی اور باپ کا کٹیا نما مکان ڈھا کر ایک خوبصورت اونچا مکان تعمیر کیا۔ جس کے ساتھ ایک خوبصورت باغ لگایا۔ نیز مکان کے ساتھ ہی ایک دکان بھی کھول دی جہاں گھر والوں کی ضروریات کی تمام چیزیں ہر وقت میسر رہتی تھیں۔

گاؤں میں قدم جماتے ہی فضل اللہ نے سود پر قرضہ دینے کا دھندا شروع کیا۔ جہاں سود لیا جاتا ہے وہاں اکثر مقدمہ بازیوں کی نوبت بھی آتی رہتی ہے۔ فضل اللہ بھی ان سے بچ نہ سکے۔ لیکن مقدموں میں ہمیشہ ان کی جیت ہوتی جس کا صلہ انہیں اکثر زمین کی صورت میں ملتا تھا کیونکہ ان کی رسائی بڑے بڑے افسروں تک تھی۔ جب بھی گاؤں میں کوئی سرکاری افسر آتا تو فضل اللہ کے خوبصورت مکان میں ٹھہرتا تھا جہاں اچھے اچھے کھانوں سے اس کی تواضع ہوتی اور نرم و گرم بستر سونے کے لئے ملتے۔ ان کے گھر میں فرنیچر کا اچھا خاصا انتظام تھا۔ لیکن فضل اللہ میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ افسروں کے تیور جھٹ تاڑ لیتے اور بوقت ضرورت روپیہ صرف کرنے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیتے تھے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ مقدمہ بازیوں میں ان کی کبھی ہار نہیں ہوتی تھی۔

گندم کے لہلہاتے کھیتوں، شاداب پھلواڑیوں اور خوبصورت باغیچوں سے فضل اللہ کی زمین کی وسعت سال بہ سال بڑھتی گئی۔ جن میں دوسرے خون پسینہ ایک کر کے گیہوں اگاتے تھے۔ رنگ برنگے پھول کھلاتے تھے اور گوناگوں بیل بوٹے لگاتے تھے۔ چند ہی سالوں میں ان کا شمار گاؤں کے امیر ترین زمینداروں میں ہونے لگا اور لوگ عزت سے انہیں "لولا" کے بدلے "فضل اللہ" کہنے لگے۔ گاؤں کے تمام کسان ان سے ڈرتے تھے۔ فضل اللہ سے پہلے رنچھوڑ گیا لیو گاؤں کا سب سے بڑا زمیندار مانا جاتا تھا جس کی دھاک تمام گاؤں میں جمی ہوئی تھی۔ لیکن فضل اللہ نے اس کو بھی ایک مقدمہ کی گتھی میں الجھا کر اس کے وقار کو ایک ہی جھٹکے میں گرا دیا۔ تبھی سے گاؤں کے بڑے بڑے زمیندار بھی فضل اللہ سے آنکھ ملاتے گھبراتے تھے۔

گاؤں کے تمام کسان فضل اللہ کی آنکھ کے اشارے پر ناچتے تھے۔ جب کھیتی باڑی کا وقت آتا تو بہت سے کسان ان کے پاس امنڈ آتے۔ وہ ایک بیش قیمت یارقندی غالیچے پر آنگن میں بیٹھ جاتے۔ چلم کی نے منہ میں ہوتی اور کسانوں کو کام کے متعلق ہدایتیں دیا کرتے تھے۔ گاؤں کی غربی سمت میں بھی ان کی زمین تھی۔ شمال کی طرف بھی دریا کے ساتھ ساتھ ان کے گندم اور جو کے کھیت پھیلے ہوئے تھے اور جنوبی حد پر بھی ایک چھوٹا سا مکان ان کی ملکیت میں آیا تھا جس کے ساتھ نیم دائرے کی صورت میں ایک باغیچہ بھی ملحق تھا جس میں سیب اور خوبانیوں کے پیوند شدہ درخت کھڑے تھے۔

جب انسان روپے کی فکر سے آزاد ہوتا ہے تو دوسری کوئی نہ کوئی فکر ضرور دامن گیر ہو جاتی ہے۔ یہ فکر عزت و شہرت کی فکر ہوتی ہے۔ اثر و اقتدار کی فکر ہوتی ہے۔ یہی فکر فضل اللہ کے دل میں بھی جاگ اٹھی۔ وہ گاؤں کے مقتدر لیڈر بننا چاہتے تھے۔

اسی دوران میں ملک کو آزادی ملی۔ دور افتادہ اور چھوٹے چھوٹے گاؤں میں آزادی کی لہر دھیرے سے صبح کی ہوا کے ایک جھونکے کی طرح آئی۔ جاگیرداروں، زرداروں اور زمینداروں کے خلاف ایک دبی دبی گھٹی گھٹی آگ سلگنے لگی۔ اس سے بہتر موقعہ فضل اللہ کے لئے اور کیا ہو سکتا تھا۔ لیڈر بننے سے ان کے دو مطلب حل ہوتے تھے۔ ایک تو وہ اپنے حاصل کئے ہوئے وقار اور امارت کو بحال رکھ سکتے تھے اور دوم اقتدار حاصل کرنے کے لئے نیک نامی پا سکتے تھے۔ اقتدار حاصل کرنے کے لئے لوگوں کا اعتماد حاصل کرنا ضروری تھا۔ لیکن فضل اللہ نے کچی روٹی نہیں کھائی تھی۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ لوگوں کا اعتماد کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے۔

ایک دن انہوں نے اپنے گھر بہت سا حلوا تیار کیا اور تمام کسانوں

کو مدعو کیا۔ تمام کسان سہمے سہمے ان کے گھر کے آنگن میں جمع ہو گئے۔ آنگن کے دونوں طرف سفید پھولوں کے دو گملے لگے تھے۔ کسان بے چارے حیران تھے کہ فضل اللہ کو وہ آج کیسے یاد آ گئے۔ ان کے دل اُمید و بیم کے درمیان ڈول رہے تھے کہ ایک بڑے تھال میں حلوہ اور باقر خوانیاں آئیں اور اس کے پیچھے پیچھے فضل اللہ کا مسکراتا ہوا چہرہ نمودار ہوا۔ تمام کسان ان کے احترام میں کھڑے ہو گئے۔ لیکن فضل اللہ نے انتہائی مخلصانہ انداز میں ہاتھ اُٹھا کر سب کو بٹھایا اور خود ہی کسانوں میں حلوہ بانٹنے لگے جو دو دو باقر خوانیوں کے بیچ میں رکھا ہوا تھا۔ جب سب لوگ حلوہ کھا چکے تو فضل اللہ نے مسکراتے ہوئے کسانوں سے کہا:

"بھائیو! آپ کو آج میں نے اس لئے بلایا ہے کہ آپ کو آزادی کی خوش خبری سناؤں۔ گورے بھاگ گئے ہیں اور ہمارا ملک آزاد ہو گیا ہے۔ آزادی دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے ... . اس آزادی کا بڑا مقصد یہ ہے کہ ہم آرام و آسائش سے اپنی زندگی بسر کر سکیں اس کے لئے بہت سی چیزوں کی ضرورت ہے .... ہمارے شہر سے گاؤں جانے والا راستہ بالکل کچا ہے۔ اس کو پختہ بنوانا ہے ...... ہمارے گاؤں میں بہت سی زمینیں بے کار پڑی ہیں ان میں کاشت کاری کا انتظام کرانا ہے ...... سود خوری زوروں پر ہے۔ اس کا ...... ہمارے بدن پر ادنیٰ کھُردرے کپڑے ہیں ان کے بدلے میں ...... ہم موٹا جھوٹا کھا کر گزر بسر کرتے ہیں کیوں نہ ہم کو ...... ان سب باتوں کے لئے ہمیں بڑی سرکار سے لڑنا ہے جس کے لئے ہمیں ایک مخلص آدمی کی ضرورت ہے جو ہماری آواز کو بڑی سرکار تک پہنچائے ...... تو بتایئے کون اس کام کے لئے موزوں ہو سکتا ہے۔" یہ کہہ کر فضل اللہ داد طلب نگاہوں سے کسانوں کو دیکھنے لگے۔ تھوڑے سے وقت کے لئے خاموشی چھائی رہی۔ پھر ایکا یک گاؤں کے نمبردار اوبھیا نے کھڑے ہو کر کہا: "جناب کے سوا اور کون موزوں ہو سکتا ہے۔ کس کو ایسی عقل ہے؟ جناب ہی ہمارے دُکھ سکھ کی باتیں بڑی سرکار تک پہنچا سکتے ہیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے۔" فضل اللہ نے بات کاٹ کر انتہائی ہمدردی کے لہجے میں کہا: "لیکن یہ آسان کام نہیں ہے ذمہ داری کا کام ہے۔"

"حضور ہمارے مائی باپ ہیں۔ اگر حضور ہماری خاطر اس ذمہ داری کو نہ سنبھالیں گے تو پھر کون سنبھالے گا۔" اوبھیا اور دو کسانوں نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا اور تمام کسانوں نے ان کی ہاں میں ہاں ملائی۔

فضل اللہ کچھ دیر تک خاموش رہے اور پھر اچانک چہرے پر مصنوعی سوچ کے آثار پیدا کرتے ہوئے بولے۔ "اچھا جب آپ سب کی یہی مرضی ہے تو میں کیا عذر کر سکتا ہوں لیکن" یہ کہہ کر فضل اللہ ایک لمحے کے لئے رُک گئے اور پھر یوں گویا ہوئے:

—— "اچھا آپ اس وقت اپنے گھروں کو جا سکتے ہیں۔ کل سوچ کر میں جواب دوں گا۔"

کسانوں نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی۔ فضل اللہ کے لیڈر بننے پر وہ مطلق خوش نہیں تھے۔ لیکن انہیں خوشی اس بات کی تھی کہ لیڈر بننے کے بعد وہ فضل اللہ کی ستم رانیوں سے بچ جائیں گے۔

سبھی کسان فضل اللہ کے بڑے دروازے سے نکل کر منتشر ہو گئے اور اپنے اپنے گھروں کی طرف روانہ ہو گئے۔ صرف اوبھیا اور دو بوڑھے کسان فضل اللہ کی باتوں پر بنفشئی اور جامنی رنگ چڑھاتے رہے یہاں تک کہ کائنات پر ظلمت کی کالی چادر تن گئی۔

اب فضل اللہ اپنے گاؤں کے سب سے متمول زمیندار ہی نہیں تھے بلکہ سب سے بڑے سوشل لیڈر بھی مانے جانے لگے۔ انہیں جب وزیر صاحب نے گاؤں کا دورہ کیا تو لوگوں نے متفقہ طور پر

فضل اللہ کو اپنا میرِ اعلیٰ منتخب کیا اور اُن کے کچھ لنگوٹیے یار بھی ممبر نامزد ہوئے۔ لیڈر بننے کے بعد فضل اللہ کی آمدنی کی ساری راہیں مسدود ہوگئیں کیونکہ انھوں نے کئی دفعہ لیکچر جھاڑے تھے جن میں سود خوری وغیرہ کی پُرزور مخالفت کی تھی۔ کسانوں نے اُن کے لیکچروں کو بہت سراہا، انھیں پھولوں کے گجرے اور مالائیں پہنائیں۔ ان کے اعزاز میں جلوس نکالے اور جلسے کئے اور "فضل اللہ زندہ باد" کے نعرے بھی بلند کئے۔ لیکن فضل اللہ اس اونچی دیوار کو ڈھانا بھی نہیں چاہتے تھے جس بنیاد پر ان کی امارت کھڑی تھی۔ سود تو وہ اب لے نہیں سکتے تھے لیکن اس کمی کو پورا کرنے کے لئے انھوں نے قانون کی گتھیاں اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ وہ اپنے گاؤں کے مجسٹریٹ درجہ اول بن گئے جب کبھی دو آدمیوں کے درمیان جھگڑا ہوتا وہ بیچ میں پڑ جاتے اس طرح ان کا کچھ نہ کچھ بن جاتا تھا۔ انھوں نے چندہ جیسی اہم چیز کا بھی سہارا لینا شروع کیا وہ کہتے تھے:

"پانی کے چڑھاؤ سے تباہ شدہ لوگوں کی امداد کے لئے سرکار سے امداد مانگی ہے اس کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے لہذا چندہ دیجئے۔

بھیڑیوں نے ناک میں دم کر رکھا ہے اس کے لئے بندوق حاصل کرنی ہے چندہ دیجئے۔

چاول کی سپلائی کرانے کے لئے حکومت کو تاریں کھڑکھڑانا ہے۔ چندہ دیجئے۔

پُل کی مرمت کے لئے حکومت کو یاد دہانی کرانا ہے۔ چندہ دیجئے

وزیر صاحب دُکھڑا سننے کے لئے گاؤں میں آرہے ہیں اُن کے لئے دعوت کا انتظام کرنا ہے۔ لہذا چندہ دیجئے۔"

چندہ! چندہ!! چندہ!!! لیکن نہ تو سیلاب زدگان کو امداد ملی اور نہ بھیڑیوں سے بچاؤ کے لئے بندوق کا انتظام ہوا البتہ چاول آیا لیکن لوگ وہی بھوسے والا آٹا کھاتے رہے۔ اور وزیر صاحب آئے ضیافت کھائی۔ لوگوں کے دُکھڑے سنے اور واپس چلے گئے۔

جب کبھی کسی نے چندہ دینے میں ہچکچاہٹ دکھائی تو فضل اللہ جھٹ کہتے تھے "آپ جو آج یہ قربانیاں دے رہے ہیں ان کا پھل آپ کو بہت جلدی ملے گا۔ لیکن آپ کو صبر اور شانتی سے کام لینا چاہیئے۔ صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔ کھیت میں بیج بوتے ہی اناج نہیں ملتا ہے بلکہ محنت کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہی حال اس کا بھی ہے۔ آج آپ جو یہ قربانی دے رہے ہیں وہ ایک دن ضرور رنگ لائے گی۔"

انہی دنوں کی بات ہے۔ گاؤں کا ایک نوجوان اسلم پڑھ لکھ کر گاؤں کے مڈل سکول میں مدرس بن کر آیا۔ اسلم کا یہ اپنا گاؤں تھا۔ اس میں اس نے اپنا بچپن گزارا تھا، اس کا ٹھنڈا پانی پیا تھا۔ اس کے درختوں کی گھنی چھاؤں میں بسیرا کیا تھا اس لئے بھولے بھالے کسانوں پر ہونے والے مظالم کے واقعات اس کے سینہ میں تازہ تھے۔

گاؤں میں پہنچتے ہی اسلم نے کسانوں میں اپنے بچوں کو سکول بھیجنے کا جذبہ اُبھارنے کے لئے ایک تحریک چلائی۔ اس کی عادت تھی کہ وہ آزادی کی نعمتوں اور حکومت کے ترقیاتی منصوبوں کے متعلق لوگوں کو گھنٹوں باتیں سناتا تھا اور سود خوری اور رشوت ستانی سے بچنے کے لئے اچھی اچھی ہدایتیں دیا کرتا تھا۔ لوگ حیرت اور خوشی سے اس کی باتیں سنا کرتے تھے۔ تھوڑے ہی دنوں میں اسلم کی عزت سب کے دل میں گھر کر گئی۔ لیکن فضل اللہ کے لئے یہ مرحلہ انتہائی نازک تھا۔ انھیں برسوں کی حاصل کی ہوئی ساکھ قدموں تلے سرکتی ہوئی محسوس ہوئی۔ وہ اسلم کو اپنے ہاتھ میں لانے کی کوشش تو کرتے لیکن اسلم پر اُن کا جادو نہیں چل سکتا۔ لیکن فضل اللہ بھی پُرانے گھاگ تھے۔ انھوں نے اپنے معتمد آدمی اسلم کے ارد گرد رکھ دئے۔ تاکہ وہ اس کی سرگرمیوں کی دیکھ بھال کریں اور فضل اللہ کو اس کی ہر بات کی اطلاع ملتی رہے۔

وہ کھلم کھلا اسلم کی مخالفت نہیں کر سکتے تھے کیونکہ لوگوں کے دلوں میں اسلم کی عزت گھر کر چکی تھی۔ اس کے علاوہ دونوں کے بیانات بھی ایک دوسرے سے ملتے جلتے تھے۔ اسلم بھی کسانوں کی بھلائی کی باتیں سوچتا تھا اور فضل اللہ بھی یہی نعرہ بلند کرتے تھے۔

گاؤں میں قدم جمانے کے بعد اسلم نے بھانپ لیا کہ جو لوگ لیڈری کے بھیس میں لوگوں کی خدمت کا دم بھرتے ہیں وہی لوگ دونوں ہاتھوں سے لوگوں کو لوٹ رہے ہیں۔ اسلم نے تہیہ کیا کہ وہ لوگوں کو ان عناصر سے نجات دلائے گا اور فضل اللہ کو اُسی لمحہ اسلم کے ارادوں کا پتہ چلا۔ غم و غصہ سے ان کا منہ ایک لمحہ کے لئے سُرخ ہوا اور منہ سے جھاگ آنے لگا لیکن دوسرے ہی لمحہ وہ سنبھل گئے اور اپنے منہ کو رومال سے پونچھ لیا۔ اس روز وہ گھر سے باہر نہیں نکلے لیکن شام کے وقت تین کسانوں نے انھیں شہر کی طرف اندھیرے میں اوجھل ہوتے دیکھا۔

اس کے تین دن بعد جب کسانوں نے یہ سنا کہ اسلم کو گاؤں سے تبدیل کر کے دور کسی گاؤں میں پھینک دیا گیا ہے تو اُن کی حیرانی کی کوئی حد نہ رہی۔ اس کے خلاف یہ الزام تھا کہ وہ سرکاری ملازم ہو کر سیاست میں حصہ لیتا ہے۔ اپنے ہمدرد کی یہ حالت سُن کر کسانوں کو بہت دُکھ ہوا۔ سبھی لوگ اکٹھے ہو کر اسلم کے گھر اس خبر کی تصدیق کے لئے گئے۔ جب وہ واپس ہوئے تو فضل اللہ راستے پر اُن کا انتظار کر رہے تھے۔ انھوں نے تمام کسانوں کو اپنے ساتھ لیا اور اپنے گھر کی طرف چلے۔ وہی آنگن تھا جس کے دونوں طرف سفید پھولوں کے گملے لگے تھے۔ تمام کسان ایک ایک کر کے آنگن کے بیچ میں جمع ہوئے اور سرگوشیانہ انداز میں باتیں کرنے لگے کہ اچانک ایک پرات میں حلوا اور رہا قرخوانیاں آئیں اور پیچھے سے فضل اللہ نمودار ہوئے۔ حسب معمول کسان اُٹھنے لگے لیکن فضل اللہ نے مخلصانہ انداز میں ہاتھ اُٹھا کر سب کو بٹھا دیا اور خود ہی کسانوں میں حلوا بانٹنے لگے۔ جب سب لوگ حلوہ کھا چکے تو فضل اللہ اپنی نشست سے اُٹھے اور کھانس کر اپنی آواز میں غیر معمولی سوز پیدا کرتے ہوئے کہا:

"آپ کو میں نے آج اس لئے یہاں بلایا ہے کہ اسلم کی اچانک تبدیلی سے آپ کو آگاہ کروں۔ اسلم کو کسانوں سے بڑی ہمدردی تھی۔ خاص کر مجھے زیادہ دُکھ ہے کیونکہ وہ میرا داہنا بازو تھا۔ لیکن اب یہ بازو مروڑ کر رکھ دیا گیا ہے میری نصیحتوں پر عمل کر کے وہ آپ کے خادم بنے تھے۔ جب تک اس زمین پر ایسے بدخواہ اور خود غرض لوگ ہوں گے جنھوں نے اسلم کے خلاف ایسے الزامات تھوپے ہیں۔ کسانوں کی بھلائی چاہنے والے کبھی نہیں پنپ سکیں گے۔ آج اسلم کے ساتھ یہ حالت ہوئی ممکن ہے کل میرے ساتھ بھی ایسا ہی حال ہو۔ آہ! اسلم کیا خوبرو جوان تھا۔ چوڑی پیشانی۔ کالی بھویں......" تمام کسانوں کی آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ گئیں۔ لیکن دوسرے ہی لمحہ آنسو خود بخود اُن کی آنکھوں میں جذب ہوئے جب فضل اللہ نے کہا۔ اب اسلم یہاں سے چلے جائیں گے۔ اس لئے ہمیں ان کو دعوت دینی چاہیئے جس کے لئے چندہ دینا ہر ایک کا فرض ہوگا۔

اپنی بات (صفحہ ۲ سے آگے)

حالانکہ ہمپوشش کو ماہوار شائع کرنے کی ضرورت عرصہ سے محسوس کی جا رہی ہے۔ ایسا کرنے میں جو واحد مشکل درپیش آ رہی ہے وہ ہے بزم کی مالی ناآسودگی اور کشمیری پڑھنے والوں کی قلیل تعداد۔ بزم ان مشکلات سے نبرد آزما ہے لیکن ہر مشکل حل کرنے میں وقت لگتا ہے۔ اُمید ہے کہ ہماری مشکلات جلد رفع ہوں گی اور ہم ہمپوشش کو ایک اچھے معیار کا ماہوار رسالہ بنانے کے منصوبے میں کامیاب ہو سکیں گے۔

جانکی ناتھ گنہ ہار

کشمیر میں بُدھ مت

بھارت کے تہذیبی ارتقاء میں جو حصہ زمانہ سلف سے اہلِ کشمیر نے ادا کیا ہے۔ تواریخ کے اوراق ان باعثِ فخر کارناموں سے لبریز ہیں۔ لیکن پھر اہلِ کشمیر کی ان گراں بہا سرگرمیوں کو اُجاگر کرنے اور آزاد بھارت کے آزاد لوگوں تک پہنچانے کے لیئے کافی تحقیق و تدقیق کی ضرورت باقی ہے۔ اس اہم ضرورت کو پورا کرنے کی طرف شری جانکی ناتھ گنہ ہار اور شری پریم ناتھ گنہ ہار کی پہلی کوشش قابلِ تعریف ہے کہ انھوں نے کشمیر و لداخ میں بدھ مت کی تواریخ پر ایک جامع کتاب (BUDHISM IN KASHMIR & LADAKH) شائع کر لی ہے جو کشمیر میں بودھ دھرم کے عروج و زوال پر ایک بصیرت افروز تصنیف ہے۔ اس مضمون میں گنہ ہار صاحب نے اسی موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ (ایڈیٹر)

کشمیر ایک ایسا خطۂ ارض ہے جس کی شہرت چہار دانگِ عالم میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ دستِ قدرت نے وادیٔ کشمیر کے حُسن کو اُن تمام دل فریبیوں سے سنوارا ہے۔ جو انسان کے تخیّل کی پروردہ ہیں اور لُطف یہ کہ آدم زاد نے بھی فیاضانہ انداز سے حسنِ کشمیر کی مدح سرائی کی ہے۔

آج کل جب کہ سلسلۂ رسل و رسائل میں حیرت انگیز ترقّی ہوئی ہے اور سفر آساں بن گیا ہے۔ ہر سال تقریباً ۸۰ ہزار سیّاح کشمیر آتے ہیں اور یہاں کے دل کش قدرتی مناظر اور ساز گار آب و ہوا سے لُطف اندوز ہوتے ہیں۔ لیکن عہدِ قدیم میں کشمیر کی سیاحت مُشکل ہی نہیں خطرناک بھی تھی۔ سیرِ کشمیر ان ایّام میں ایک ایسی عشرت تصوّر کی جاتی تھی جس کا استفادہ بمُشکل تمام حکمرانِ وقت اور اُن کے درباری ہی کر سکتے تھے اُن ہی تو جو لوگ اس وادیٔ حُسن کی رعنائیوں سے لطف اندوز ہونے کے علاوہ کسی اور غرض سے یہاں کی دُشوار گزار راہیاں عبور کرنے پر مائل ہوتے۔ اُن کے لئے نسبتاً زبردست کشش کی ضرورت تھی خوش قسمتی سے یہ کشش موجود تھی اور وہ تھی علم و دھرم (دینیات) کے لئے خواہش مندوں کی لگن خاص کر بدھ دھرم کی کشش۔

بدھ مت کے ظہور کو ابھی زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا کہ کشمیر بودھ علوم کا ایک اہم مرکز بن گیا۔ اس سے دُور نزدیک کے جگیا سو (گیان دھیان کے خواہش مند) یہاں کھنچے چلے آتے۔ لیکن عصرِ حاضر میں اس بات سے بہت کم لوگ واقف ہیں کہ کشمیر کبھی بودھ علم و فلسفے کا گہوارہ رہا ہے۔ جس کی وجہ سے وادی کو شہرتِ عالم حاصل تھی۔ یہ بھی بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ بدھ دھرم کے پرچار کی تاریخ میں فردوسِ ارض کو ایک اہم ترین اور اعلےٰ مقام حاصل ہے۔ عام طور سے یہ بات اب بھی لوگوں کو معلوم نہیں کہ عہدِ رفتہ میں کشمیر کو بدھ مت کی آماجگاہ کے طور پر وہ مقام شہرت ملا تھا کہ پڑوسی ملکوں کے عالم جب تک وادیٔ کشمیر کے فاضل و باکمال اُستادوں سے تحصیلِ علم نہ کر آتے اُن کی تعلیم ادھوری مانی جاتی تھی۔ یقیناً یہ بات بھی کم ہی لوگ جانتے ہیں کہ کشمیری بودھ بھکشوؤں اور عالموں نے بے پناہ خطرات کا سامنا کیا تھا کہ اپنی جان تک جوکھم میں ڈالی مگر لداخ و گلگت کے سرحدی علاقوں اور وسط ایشیا کے کاشغر، یارقند اور ختن تک مہاتما بُدھ کا پیغام پہنچایا۔ اتنا ہی نہیں کشمیر کے یہ بودھ پرچارک برصغیر ہندوستان کے حدود کو پھلانگ کر چین، تبت، لنکا اور انڈونیشیا تک بھی جا پہنچے۔

بدقسمتی سے وہ مصدقہ تاریخ معلوم نہیں ہو سکی ہے۔ جب سے وادیٔ کشمیر میں بُدھ مت کا آغاز ہوا۔ اس وجہ سے عہدِ جدید کے کئی مؤرخوں نے یہ رائے ظاہر کرنے میں غلطی کی ہے کہ کشمیر میں بُدھ مت کا آغاز شہنشاہ اشوک کے عہدِ حکومت میں ہوا۔ حالانکہ یہ مفروضہ صحیح نہیں ہے۔ کیوں کہ اشوکِ اعظم سے بہت پہلے وادی تک بُدھ کا پیغام پہنچ چکا تھا۔ خود شہنشاہ اشوک کے زمانے میں ہی کشمیر رواداری اور فراخ دلی کے لئے مشہورِ عالم تھا۔ چنانچہ عہدِ اشوک ابتدا میں جب

کئی بودھ بھکشو شہنشاہ سے اختلاف ہو جانے کے باعث مگدھ سے بھاگ گئے تو انھوں نے وادی میں ہی جا کر پناہ لی۔

کہا جاتا ہے کہ اشوک اعظم نے کشمیر اور گاندھارا کے علاقے میں مدھیانتک کو بدھ دھرم کے پرچار کے لئے تعینات کیا اور بودھ گرنتھوں میں یہ تذکرہ آتا ہے کہ مدھیانتک اور اُن کے ۵۰۰ بھکشو ساتھی اس خطے میں ۲۰ سال مقیم رہے۔ مدھیانتک کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ کشمیر آنے پر انھیں بارہ بودھ وہار ملے۔ اُن میں سے کچھ وہار مقامی حکمران راجہ سریندر کے عہد میں تعمیر کئے گئے تھے جو مہاتما بدھ کے بعد اشوک سے کچھ عرصہ قبل ہو گذرے ہیں۔

کشمیر کے ممتاز مؤرخ کلہن کا یہ بیان غیر مبہم ہے کہ راجہ سریندر نے دو وہار تعمیر کرائے تھے۔ ان میں سے ایک سورس کے مقام پر بنوایا گیا۔ یہ جگہ آج کل سوور کہلاتی ہے جو جھیل آنچار پر سری نگر کے شمال میں واقع ایک گاؤں ہے۔ دوسرا وہار دردوں کے علاقے کے آس پاس سودک کے مقام پر واقع تھا جو آج کل جھیل کرگل کے متصل سوُدر کے نام سے موسوم ہے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ بدھ دھرم نوجیلا کی حدوں سے پرے پھیل چکا تھا۔

معلوم ہوتا ہے راجہ سریندر کو بُدھ دھرم پر اتنا اعتقاد تھا کہ ساری عمر انھوں نے عالم تجرد میں گذار دی۔ اس لئے اُن کے بعد کشمیر کی راج گدی ایک اور خاندان کو نصیب ہوئی۔ اسی خاندان کی چار پشتوں کے راج کے بعد کشمیر پر اشوک اعظم کا تسلّط قائم ہوا۔

بھارت کے دیگر علاقوں کی طرح کشمیر میں بھی بدھ مت کا فروغ عہدِ اشوک کا رہینِ منت ہے۔ یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ کشمیر میں بدھ دھرم کے پرچار کے لئے اشوک نے مدھیانتک کو مامور کیا تھا۔ اس کے بعد شہنشاہ بہ نفسِ نفیس کشمیر تشریف لائے اور یہاں پر انھوں نے متعدد ستوپ اور وہار تعمیر کرائے۔ مشہور چینی سیاح یُوان چوانگ اُن کی تعداد ۵ سو بتاتے ہیں۔ عہدِ اشوک کے کچھ ستوپ ساتویں صدی عیسوی تک قائم تھے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب یُوان چوانگ کشمیر آئے۔ ان کا بیان ہے کہ ان میں سے چار ستوپوں میں مہاتما بدھ کے مقدس آثار رکھے گئے تھے۔

کلہن پنڈت نے بھی اس بات کی تصدیق کی ہے کہ اشوک نے مذہبی عمارتیں تعمیر کرائیں۔ ان کا بیان ہے کہ موریہ شہنشاہ نے شری نگری میں کئی وہار اور ستوپ بنوائے۔ شری نگری عہدِ اشوک میں کشمیر کی راجدھانی تھی۔ آج کل یہ جگہ سری نگر کے جنوب مشرق میں پاندریٹھن کے نام سے موسوم ہے۔ اور بھی کئی جگہوں پر اشوک نے بودھ وہار اور کچھ شو مندر تعمیر کرائے۔

اشوک کی رحلت کے بعد بُدھ مت شاہی سرپرستی سے محروم رہ گیا لیکن کشان عہدِ حکومت میں بدھ دھرم پھر ایک بار عروج پر آیا۔ چنانچہ کنشک کے زمانے میں جو چوتھی بودھ مہاسبھا بلائی گئی وہ کشمیر ہی میں غالباً ہاروَن کے مقام پر منعقد کی گئی۔ اس مہاسبھا میں شرکت کرنے کے لئے ملک کے مختلف حصّوں سے ممتاز ترین بودھ عالم اور بھکشو کشمیر آئے۔ جن کے باعث کشمیر اُس وقت سے بودھ علم و تمدّن کا ایک اہم ترین مرکز بن گیا۔

چوتھی بودھ مہاسبھا چھ مہینے جاری رہی۔ اس میں ۵۰۰ ارہت، ۵۰۰ بودھی ستو اور ۵۰۰۰ عالم شامل ہوئے۔ مہاسبھا میں سُوتر، وِنے اور ابھیدھرم کی از سرِ نو ترتیب دی گئی اور وِبھاشا نام سے ان بودھ گرنتھوں کی تفسیر مرتب کی گئی۔ سنسکرت کے نامی شاعر اور ڈرامہ نویس اشو گھوش خاص طور پر کشمیر مدعو کئے گئے۔ تاکہ وہ وِبھاشا کو موزوں ادبی انداز میں ترتیب دے سکیں۔ اشو گھوش نے کئی سال کشمیر میں قیام کیا۔

کنشک کے جانشین ہُشک جشک اور کنشک نے بالترتیب ہُشک پور، جُشک پور اور کنشک پور کے تین قصبوں کی بنا ڈالی جو آج کل اشکور، زُکور اور کنس پور کے مقامات سے موسوم ہیں۔ ان میں سے زوکور نام کا گاؤں سری نگر کے شمال میں واقع ہے جب کہ

باقی دو گاؤں بارہمولہ کے متصل ہیں۔ کشان حکمرانوں نے ان اور دیگر کئی مقاموں پر بودھ وہار، ستوپ اور چیتیہ تعمیر کرائے۔

خاندانِ کشان کے آخری دور کو کشمیر میں بدھ مت کے سنہری دور سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔ اِس زمانے میں بدھ دھرم کو یہاں کافی عروج ملا اور حکومت کے معاملوں میں بودھوں کی بالادستی رہی جید و ممتاز بودھ فلسفی ناگارجن اسی عہد میں کشمیر آکر رہے۔ اُن کے بارے میں کلہن کا بیان ہے کہ فی الواقعی وہ سرزمین کشمیر کے واحدِ حکمرانِ اعلیٰ تھے۔ کشمیر کے ودوان برہمنوں کو انھوں نے شاستراتھوں (مذہبی مناظروں) میں ہرایا جس کی بدولت وادی میں بدھ دھرم کو عوام میں مقبولیت حاصل ہوئی۔

مگر یہ صورتِ حال زیادہ دیر قائم نہ رہ سکی۔ راجہ ابھیمنو کے عہدِ حکومت میں یکے بعد دیگرے کئی شدید ترین جاڑے آئے جن کے باعث کئی بودھ بھکشو موت کا شکار ہوئے۔ بیشتر بھکشو سردی کی شدت کے باعث وادی سے نکل آئے۔ اس سے کشمیری برہمنوں کو روایتی طرزِ عبادت پھر سے رائج کرنے کا موزوں موقع ہاتھ آیا اور ناگ دیوتاؤں کو چڑھاوا چڑھانے کی رسومات پھر جاری ہو گئیں۔

شاہ نر کے زمانے میں کشمیری بودھوں پر برے دن آئے اس عہد کی راجدھانی بیج بہارہ کے متصل کہیں واقع تھی۔ نر ایک بدکردار حکمران تھا۔ جسے رعیت کے جذبات اور ننگ و ناموس کی کوئی پرواہ نہ تھی۔ شاید اسی کا ردِ عمل تھا کہ ایک بودھ بھکشو راجہ کی محبوبہ کو ایک بار پھسلا کر لے بھاگا۔ اس سے بودھ سنگھ راجہ کے غیظ و غضب کا نشانہ بنا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بہت سے بودھ وہار اور مذہبی عمارتیں مسمار کر دی گئیں۔ چھٹی صدی عیسوی میں بھی ہُن حکمران مہرکل کے دورِ حکومت میں کشمیر کے بودھوں کو بے حد اذیت اٹھانا پڑی۔

مہرکل کے بعد جب میگھ واہن کشمیر کے حکمران بنے تو بدھ مت کو پھر عروج کا موقع ملا۔ میگھ واہن کٹر بودھ تھا۔ انھوں نے چرند و پرند کے مارنے اور گوشت کے استعمال پر پابندی لگادی۔ کلہن کا بیان ہے کہ اس امتناعی حکم کو ہمہ گیر بنانے کے لئے کشمیر کے اس رحمدل حکمران نے ایک دگوجے یاترا بھی کی۔ روایت ہے کہ فتوحات کی اس مہم میں میگھ واہن نے لنکا کے حکمران وبھیشن تک کو مطیع کر لیا۔ لیکن یہ دعوے مبالغہ آمیز ہے اور کوئی ثبوت اس دعوے کی تصدیق نہیں کرتا۔ ایک سچے بودھ کے شایانِ شان میگھ واہن نے ان لوگوں کو روزگار کی سبیل بہم کرائی جو جانوروں کے ذبح پر پابندی لگائے جانے سے بے روزگار ہوئے تھے۔ چنانچہ جو قصائی اور بھیری والے بے کار ہوئے تھے انھیں مالی امداد دی گئی یا عوضی کاروبار مہیا کئے گئے۔

دورِ میگھ واہن کئی بودھ تعمیرات کے لئے مشہور ہے۔ خود راجہ نے کئی وہار تعمیر کرائے اور ایک تبلیغی ادارے (دھرم ودیالیہ) کی بنا ڈالی اُن کی رانیاں شوہر سے بھی بڑھ گئیں۔ چنانچہ اُن کی پٹ رانی امرت پربھا نے سری نگر کے قریب امرت بھون وہار قائم کرایا۔ امرت پربھا آسام کی ایک شاہزادی تھی۔ امرت بھون وہار کے نام پر وہ برناد ناگ کے پاس اب ایک محلہ باقی رہ گیا ہے جسے آنتہ بھون کہتے ہیں۔ میگھ واہن کی اور رانیوں نے بھی متعدد وہار اور ستوپ بنوائے۔ ان میں سے ایک وہار ایسا تھا جس میں کنوارے اور شادی شدہ بودھ بھکشوؤں کی رہائش کا معقول انتظام تھا۔

میگھ واہن کے بعد بدھ دھرم کشمیر میں شاہی سرپرستی سے پھر محروم ہو گیا۔ لیکن اس بات کا کوئی تحریری ثبوت نہیں ملتا کہ اس کے بعد یہاں بودھوں کے ساتھ کوئی ظلم روا رکھا گیا یا کوئی امتیاز برتا گیا۔ بلکہ حق یہ ہے کہ میگھ واہن کے جانشینوں کی حکمرانی میں کئی بودھ یادگاریں قائم کی گئیں۔ مثلاً پرورسین کے عہد میں مشہور زمان جیندر وہار تعمیر کیا گیا۔ پرورسین موجودہ سری نگر کے بانی ہوئے ہیں۔ ان کی حکومت چھٹی صدی عیسوی کے آخر میں رہی ہے۔ جیندر وہار میں چینی سیاح یوان چوانگ نے کشمیر آکر قیام کیا۔ معلوم ہوتا ہے یہ عالیشان وہار جو پرورسین کے ماموں جیندر نے تعمیر کرایا تھا۔ سری نگر کی جامع مسجد کے متصل کہیں بنایا گیا تھا۔

(باقی آئندہ)

منوہر کول

(انگریزی سے ترجمہ)

دورِ حاضرہ کے کشمیری نقاش

تاریخ بھارت کا آبدار جواہر کشمیر قدیم زمانے سے ہی متنوع تمدنی اور فنی روائتوں کا گہوارہ رہا ہے۔ ہمالہ کی آغوش میں پڑھی پلی اس وادی کی سیاسی تواریخ نے اگرچہ بہت سے نشیب و فراز دیکھے، کئی ایک انقلابوں کا سامنا کیا۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر نئی تبدیلی اور ہر نئے انقلاب نے کشمیر کی ان تمدنی اور فنی روائتوں کو ایک نئی توانائی اور ایک نئی شگفتگی عطا کی۔

زمانہ قدیم میں کشمیر کی پُر فضا وادی ویدک عہد کے رشیوں کا مسکن بن گئی۔ جہاں یہ رشی گرد و پیش کے بشارت افروز حسن و جمال سے متاثر ہو کر قدرت کے سربستہ راز کھولنے اور کائنات کی گہرائیوں میں اُتر کر حق و صداقت کی کھوج لگانے میں مصروف رہے۔ زمانہ شجاعت میں وادیٔ کشمیر علم و دانش کی پونیہ بھومی بن گئی۔ اور اس سرچشمۂ علم و دانش سے اپنے علم کی پیاس بجھانے کے لیے چین تبت اور وسط ایشیا تک سے طالب علم یہاں آتے رہے۔ وسطی زمانے میں شاہانِ مُغل نے کشمیر کو فردوسِ بریں کے اسلامی تصور کی تعبیر مان لیا۔ اور اس خوش نما وادی کے حسن و جمال سے متاثر ہو کر شہنشاہ جہانگیر کو یہ شعر کہنے کی انگیخت ہوئی۔

اگر فردوس بر روئے زمیں است
ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است

اسی طرح اہلِ فرہنگ نے کشمیر کو سارے براعظم ایشیا کا بہترین عشرت کدہ قرار دیا۔

شخصی حکومت سے آزاد ہوتے ہی کشمیر نے پھر ایک انگڑائی لی۔ اور ریاست کی اقتصادی تعمیر نو کے ساتھ ہی ساتھ کشمیری تمدن کے نئے دور کا آغاز بھی شروع ہو گیا۔

وادیٔ کشمیر کی سنگلاخ مرزبین لیکن حسین مناظر نے اس خطے کے باشندوں کو جسمانی رعنائیت کے ساتھ ہی ساتھ احساس ذہنی توانائی کی دولت سے بھی مالا مال کر رکھا ہے۔ ہندوستان کی تواریخ جگہ جگہ اہلِ کشمیر کے اُس شاندار رول کی شہادت مہیّا کرتی ہے۔ جو انھوں نے ہندوستان کے تمدنی ورثے کو پرشوکت بنانے۔ ہندوستانی علم بالخصوص اس کے کسب و فن کو بام عروج پر پہنچانے میں ادا کیا ہے۔ جس کسب و فن کی شہرت ولادت مسیح سے قبل مصر۔ یونان اور روم تک پھیل گئی تھی۔

کشمیر کے مصوروں اور نقاشوں نے چاداری یعنی دیواروں پر نقش و نگار کرنے کے فن میں ایک خاص اور اچھوتا اسلوب بروئے کار لایا۔ جس کے نمونے — کم ہی سہی — لیکن آج بھی سری نگر اور جموں کے محلوں، پُرانی عمارتوں اور مندروں کی دیواروں کو مزیّن کر رہے ہیں۔ مُغلوں کے عہد میں کشمیری مصوروں نے چھوٹے کنوسیں پر تصویریں بنانے اور کتابوں کے قلمی نسخوں کے حواشی کو نقش و نگار سے مرصع کرنے میں ایک خاص اسٹایل اپنایا۔ جو اب بہرمش کے نام سے مشہور ہوا۔ اور جس کے نمونے کشمیر کے عجائب گھر اور سری نگر کی ریسرچ لائبریری میں آج تک موجود ہیں۔ تواریخ اس بات کی شہادت بھی مہیّا کرتی ہے۔ کہ کشمیری مصور بادشاہوں کے درباروں میں بھی اپنے خاص عہدوں پر مامور ہوتے اور

فنِ مصوّری میں جو مکتبِ خیال مُغل سکول کے نام سے معروف ہے اس کی نشو و نما پر کشمیری مصوّروں کا بہت اثر پڑا۔

۱۹۲۰ء میں کشمیر سرکار نے ریاست کے کسب و فن کو بڑھاوا دینے کی غرض سے سری نگر میں ایک ٹیکنیکل سکول قائم کر لیا اور اس ادارے کو منظم و کامیاب بنانے کے لئے ایک قابل برطانوی ماہرِ فن شری اینڈریوز کی خدمات حاصل کر لی گئیں۔ شری اینڈریوز کے ریٹائر ہو جانے پر اس ادارہ کو چلانے کے لئے بنگال کے مشہور آرٹسٹ شری ایچ۔ سی مکرجی مامور ہوئے۔ امر سنگھ ٹیکنیکل سکول سے جن طلبا نے تربیت حاصل کی۔ انھیں میں سے اکثر لوگ ریاست کے مدرسوں میں ڈرائنگ کی درس و تدریس کے لئے بھرتی ہو گئے۔

فنِ منظر کشی

شری دینا ناتھ ولی نے جنھوں نے فنِ منظر کشی میں کافی نام پایا ہے۔ اسی ٹیکنیکل سکول میں ابتدائی ٹریننگ حاصل کر لی۔ ولی ۱۹۱۵ء میں سری نگر کے ایک سفید پوش گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ابھی دو ہی سال کے تھے۔ کہ والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ لیکن انتہائی فلاکت اور تنگ دستی کے باوجود ولی کی والدہ نے اپنے چشم و چراغ کی پڑھائی کا سلسلہ قائم رکھا۔ اور ولی نے جوں توں کر کے انٹرنس تک تعلیم حاصل کر ہی لی۔ طالب علمی ہی کے زمانے میں مدرسے کے آرٹ ٹیچر نے ولی کی فنی صلاحیتوں کو بھانپ لیا اور اُسے امر سنگھ ٹیکنیکل سکول میں داخل کرا دیا۔ جہاں ولی نے فنِ مصوّری کی تربیت اعزاز کے ساتھ مکمل کر لی لیکن مصوّری کی تربیت مکمل کر لینے کے بعد خانگی حالات نے ولی کو ایک مقامی قالین باف فیکٹری میں ملازمت قبول کرنے پر مجبور کیا۔ یہاں بھی ولی کی فنی جبلتیں دب نہ سکیں بلکہ وہ اس کارخانے میں قالینوں کے نئے نئے ڈیزائن اور عمدہ سے عمدہ نمونے بنانے کے شغل میں مصروف رہا لیکن اس سے ولی کو تسکین میسّر نہ ہو سکی۔ چناں چہ وہ کشمیر سے بھاگ کھڑے ہوئے اور کلکتہ میں جا کر دم لیا۔ جہاں وہ مادن تھیٹرس میں پینٹر بھرتی ہو گئے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں ولی چابک دستی کے ساتھ اپنے مُو قلم سے نقش و نگار کے گل بوٹے کھلانے لگا۔ حتیٰ کہ ۱۹۳۶ء میں وہ تھیٹر کے ایک ماہر عکاس اور تجربہ کار نقّاش کی حیثیت میں واپس کشمیر لوٹا۔ کشمیر کے دل فریب قدرتی مناظر نے ولی کی صلاحیتوں میں ایک نکھار سا پیدا کر دیا اور وہ پورے انہماک کے ساتھ وادی کے حسین مناظر کو اپنے کینوس پر اُتارنے کے کام میں جُٹ گیا۔ اب اس کی تصویریں جموں و کشمیر کی سرکاری نمائش میں بھی باقاعدگی کے ساتھ نمائش کے لئے رکھی جاتی تھیں۔

۱۹۳۹ء میں کشمیر سرکار نے ولی کی چابک دستی کا عملی اعتراف کرتے ہوئے اُسے ایک طلائی تمغہ سے نوازا اور ۱۹۴۰ء میں کلکتہ کی فنونِ لطیفہ کی اکیڈمی نے بھی ولی کو ایک تمغہ عطا کر دیا۔

مناظرِ قدرت کی نقّاشی میں ولی پر عہدِ حاضرہ کے برطانوی استادوں کا اثر نمایاں نظر آتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ولی نہ تو مشرق کی روائتوں میں ہی جکڑا ہوا ہے اور نہ مغرب کی روائتیں ہی اُسے باندھ سکی ہیں۔ برطانوی نقّاشوں سے اُس کے فن کو ایک محض ایک تحریک ملی ہے۔ جس کو ولی کا ذہن رسا گرد و پیش کے دل کش مناظر سے متاثر ہو کر اپنے خاص اسلوب سے اُجاگر کرتا رہا۔ روائتی اسالیب اور بندھے ٹکے اصولوں سے بے نیاز ہو کر ولی سیدھے نیچر سے اپنا مواد حاصل کرتا ہے اور اپنے ذاتی مشاہدے کو پوری آزادی کے ساتھ نقش و رنگ کے پیکر عطا کرتا ہے۔

ولی کو اکثر ایک حقیقت پسند مصوّر کہا جاتا ہے۔ لیکن اس کی یہ حقیقت پسندی شعریت کی چاشنی سے عاری نہیں۔ مصوّر ہونے کے ساتھ ہی ساتھ ولی ایک شاعر بھی ہے اور اس پر اکثر ایک وجدانی کیفیت طاری رہتی ہے۔ جس کا عکس اس کی تصویروں میں بھی جھلکتا ہے۔ لیکن یہاں بھی ولی افراط و تفریط کا شکار نہیں ہونے پاتا اور وہ شعری دُنیا کی مبالغہ آمیزی سے اپنے مُو قلم کی تخلیقات کو غیر حقیقی نہیں بننے دیتا۔ شعری وجدان اس کی مصوّری کا محض ایک آرائشی جُزو بن کر رہ جاتا ہے۔ جو حقیقت کو زیادہ دیدہ زیب بنانے میں مُمد و مددگار

بنتا ہے۔

وہ نیچر کے پُرفسوں حسن و جمال کو لوحِ دل پر اُتار کر اسے اپنے آرٹ کی بھٹی میں پختہ کر دیتا ہے اور پھر اپنے انداز سے اس حسن و جمال کو چترپٹ پر اُتار دیتا ہے۔

فنِ مصوّری کی جس صنف نے ولی کو ایک ممتاز مقام عطا کر دیا ہے۔ وہ اُس کی دیدہ زیب منظر کشی ہے۔ جس میں اس کی طبیعت بھی رواں نظر آتی ہے اور موقلم بھی۔ ولی بھڑکیلے رنگ استعمال کرنے کے قائل نہیں۔ بلکہ وہ رنگوں کی خوشنما اور دیدہ زیب آمیزش سے ایک جمالی تاثر پیدا کر دیتا ہے جس پر ایک رومانوی کیف اور دلپذیر کشش چھائی نظر آتی ہے۔ ولی کی تخلیقات میں حقیقت کا فسوں مفروضات کی کسی آمیزش یا اس حقیقت کے جزئیات کو مسخ کرنے کے بغیر بوجہ اتم برقرار رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ولی کی تصویروں کی جو نمائشیں سری نگر، کلکتہ، بمبئی اور دہلی میں ہوئیں اُن میں فن کے شیدائیوں نے ولی کے آرٹ کو بے حد سراہا ہے۔

ولی جس خوش سلیقگی کے ساتھ اپنے رنگوں کا انتخاب کر لیتا ہے وہی شعوری پختگی ولی کی کامیابی کا حقیقی راز کہلایا جا سکتا ہے۔ اس کے موقلم کی ہر جنبش ایک نفاست کی حامل ہے جس میں بے جا جھجک کو دخل نہیں اس کے ہاتھ کی ہر جنبش واضح اور نمایاں ہے جو بے ترتیبی اور ضبط کی کمی کے عیب سے مملو نہیں ہوتی۔

رنگوں کی نفاست کے ساتھ ہی ساتھ جو باتیں ولی کی تخلیقات کو قبولِ نظر بناتی ہیں وہ ہیں فنِ مصوّری پر فن کار کی قدرت تناسب اور روداتی کا کامل احساس اور نقوش ابھارنے اور اُجاگر کرنے کا متوازن و متناسب سلیقہ جو مِل ملا کر ولی کی تصویروں میں ہم آہنگی اور ہمواری پیدا کر دیتے ہیں۔

(باقی آئندہ)

کشمیری دنیا

(صفحہ ۴ سے آگے)

ریاست کا ہر شہری اپنے آپ کو بھارت ماتا کا خادم سمجھتا ہے اور اُن بلند اصولوں پر جنھیں اس نے اپنا رکھا ہے کاربند ہے۔ قدرت ہر بات میں کشمیر پر مہربان ہے اور یہی وجہ ہے کہ کشمیر نے اپنے آپ کو تواریخ کے تمام ادوار میں زندگی کی ہر خوبصورت چیز کی حمایت کی ہے جس سے کشمیر کا آرٹ، دستکاریاں اور لٹریچر دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ جناب بخشی صاحب نے تواریخ کا حوالہ دیتے ہوئے حاضرین کو سمجھایا کہ کشمیری ہمیشہ سیکولرازم کا پابند رہا ہے اور کبھی بھی مذہبی معاملات پر نہیں لڑا ہے۔ نماز کی اذان اور سنکھ کی آواز ایک ساتھ سنائی دیتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ مجھے فخر ہے کہ کشمیریوں پر فرقہ وارانہ جنون کا کبھی اثر نہیں ہوا۔ ۱۹۴۷ء میں یا ۱۹۵۳ء میں ریاست کے ہندو مسلمان اور سکھ سب اپنی جنم بھومی کی حفاظت کے لئے متحد ہو کر کھڑے ہو گئے اور تواریخی روایات پر قائم رہنے کا ثبوت دیا۔ انھوں نے کشمیر کے تمدن پر روشنی ڈالتے ہوئے کشمیری بزمِ ادب کے دو ماہی جریدہ 'پمپوش' کا خاص طور پر ذکر کرتے ہوئے کہا کہ میں اس جریدۂ 'پمپوش' کا باقاعدہ مطالعہ کرتا ہوں اس کو قائم رکھنا اور اس کی پرورش کرنا ہم سب کا فرض ہے۔ سمتی کے صدر شری شنکر دھر کو مبارکباد دیتے ہوئے بخشی صاحب نے کشمیریوں سے اپیل کی کہ وہ ہر جگہ جہاں بھی رہیں ہمیشہ بھارت کے وسیع مفاد کو مدِ نظر رکھیں۔

VOICE OF THE VALLEY رات کو 'وادی بول اٹھی' رقص و موسیقی کا یہ پروگرام جو شری در کی نگرانی اور ہدایت کاری میں تیار کیا گیا تھا پیش ہوا۔ یہ وادئ کشمیر کی ملی جلی تہذیب کا جیتا جاگتا شاہکار تھا۔ اس پروگرام میں کشمیری سازوں پر گانے کے علاوہ ہندوستانی گانے بھی پیش کیے گئے۔ جشن و میلے کا یہ پروگرام رات کو ۹ بجے ختم ہوا۔

عرش صہبائی

غزل

لہرا کے خود ہی رقص میں ہر جام آگیا
یہ مے کدے میں کون سرِ شام آگیا

محفل میں جب بھی ذکرِ مئے و جام آگیا
دل کو قرار روح کو آرام آگیا

دیکھا نہ اس نے جانبِ دیر و حرم کبھی
جو مے کدے کی راہ میں دو گام آگیا

پرسش کی اب تو کوئی ضرورت نہیں رہی
جب آپ آگئے مجھے آرام آگیا

کرتے نہ انکشافِ محبت کا ہم مگر
بے ساختہ زباں پہ ترا نام آگیا

اُن کے بغیر دردِ مجسم تھی زندگی
وہ آگئے تو روح کو آرام آگیا

بہلا رہا ہوں ساغرِ صہبا سے دل کو عرشؔ
کوئی تو رنج و غم میں مرے کام آگیا

قیصر قلندر

غزل

تیری آنکھوں کی یہ صہبا کبھی ایسی تو نہ تھی
دل کی دُنیا تہ و بالا کبھی ایسی تو نہ تھی

چشمِ مے یار میں ہے آج توجہ کی کرن
یہ چھلکتی ہوئی مینا کبھی ایسی تو نہ تھی

لوریاں دے کے سلاتا رہا اک محشرِ غم
یہ قیامت طرب افزا کبھی ایسی تو نہ تھی

جامِ زریں میں ملائے غمِ دل کی تلخی
کتنی بے کیف ہے صہبا کبھی ایسی تو نہ تھی

دل بجھا، درد بڑھا، آنکھ میں آنسو آئے
صورتِ ضبطِ تمنا کبھی ایسی تو نہ تھی

شعلۂ شام سے پیراہنِ گل تک قیصرؔ
شرحِ خونِ تمنا کبھی ایسی تو نہ تھی

علیم کشمیری

ساوُن تہ گاٹج رُن

دِیان شہراہ اکھ اوس ۔ تمہِ آسۍ وٕنان تامِرلِپتی ۔ اتھ ئۍ اوس ، کھ یا پأرِیار وزان ۔ نأو اوسُس دھن دَت ۔ اوس نہ سوسہاہ آسن وول ۔ مگر شور اکوٹا اوسُس نہ کینہہ ۔ اَوہ موجُب اوس سخ غمگین روزان ۔ دوہہ اکہ وُٹھس آشینۍ ۔ بہرٕ ژھوناہ ہیٚمتِن زٕہ اُمتہ چھوناکاتھ دِیائے ۔ دھن دَت وُتھس ۔ اَوہ میون چھا کانھہ اعتراض ! ' مدٕعا آئہ برہیمن انہ نادِتہ ۔ تموکو رسونچا سمجھا ۔ تہ دُپہٕ ہس ، چون گرٕ ھیٚیہ نہ یہ یگن کرن ۔ دَے ئکمرٕیہ چأن ہَنبد کامن پوٗرہ ۔ وَنہ چی آسُس تارٕزہ ہُونگ سوانجام لوگ ۔

ہُم کرِنتس گیہ نوٗرِ ھتہ اَدا زٕہ دھن دَتنہ گھریہ پیورنیہ وٕن بنچوا تھتھ ۔ یہ آدِ ئکمیہٕ ہٕزہ تہ ماوسہ رُچھتہ نأو کورُہس گوہ سین ۔ بیلہ قلمہ دِلاوزہ ٹالِ ہیوٗت بئین دِلیشس پانس سیٚٹ نیوٗن ۔ فرکہ یُوتھوی جوان سپُد ۔ مالِس جلیہ ریٗمہ زٕہ تیچ کُڈہ ہَن نیزٕہ پتھرہ ۔ ساعتا چھو بنان یم مالِ پوٗترچی اکس ژوسِ واتان ۔ اتھ چھوا کھ یا پأریا آسان ۔ دھرم گیٚت ۔ یمتۍ چھے آسان کوریہٕ ہن اکھ ۔ اَسُن اوس دیوسمنا نأو ۔ سوٕ آسُس سٹھاہ حسین تہ اصیل ۔ دھن دتس گوٗرٕ زٕہ منہ گاڈھ پِرٕ ھی نوٗشہ ہُن ۔ تم کرِے کمدِیٕہ ہندس مالِس کوریہٕ مانگے ۔ مگر دھرم گپتن کوٗرس نہ کار ۔ ہُیاوُ چھ کوریہٕ گوہ سین ۔ تس آؤ نزکِ پیند ۔ توٕ پہ یکہ نہ دھرم گپتن یہ رشتہ موٗن ۔ کورُو ژھ تہ دراہ گوہ سینس سیٚت ژورِیہٕ ۔ تامِرلِپتی واتھ کُد تموٕ خاندر ۔

کینہہ کالا گوٗرٕ دھن دَت گومرِ تھ ۔ لہٰذا ہیوٗ گوہ سینس سوٗدٕ ری کارخانہ پانسٕ بیٚٹھ ۔ دوہا چھو بنان تس ہیوٗ کٹاہ یا پارِس گژھن دیوسمنانہٕ گو اکہ رنگہ بیا کھ رنگ ۔ نہ کیا زٕہ یہ اوس تمہٕ یہ جدائی ھنگوڈ یوٗک ساعت ۔ تس گو بیتیٕ یہ وہمہ زٕہ کٹاہ گرِ تھ گوٗژھ نہ گوہ سینس بیٚہٕ کانھہ بہرمراوُن ۔ بیٚئِن کُن وُتزائی تمہٕ ریٗنس ہاوُن کل ۔ مگر چارہ اوس نہ بیٚہٕ کینہہ ۔ آخر گیہ دوشوٕے نشک کارسنہ اکس مندرس منز ۔ اتھ ئۍ کُدٕ تمو راتس ورت ۔ ابتھ منزٕ وُتمتی سو ہیٚنس منز شوٗہ نامتر تہ دوشوٕن ہندین اتھن منز تھوو نکہ اکھ اکھ وزل پمپوش ۔ سیتی وٕنکھ ۔ توٕ نحز روٗدٕز تو یا دوٕ ۔ یہٕ کالہٕ تہ اگر دویو منزٕ نیت ڈیچھوہ ۔ یہٕ سند پمپوش ہریہٕ تمی ساعتہ ۔ تمۍ رُوزِن یم پمپوش ہمیشہ سرتازٕہ ۔ یوٗتھوی تمو اُچھ منزٕ ادِیہٕ ۔ پیٚز یاتھ وُچھ تمو پتہ نین اَتھن کینتھ اکھ اکھ پمپوش ۔

امہ پتہ دارِ روٗزِ ج پمپوشہ ہَن ہتھ گوہ سین سفرس ۔ کٹاہ وأتھ ئۍ لہ نہ اسندیٕ اتھک پمپوش ہریوٗیٔ زا ھتھ ۔ اتھ ئۍ سپُد لکن سٹھاہ تعجب ۔ یاپارٕکٹ ژوٗنٕرہ گیہ یا دوٕے یا ہَن آتہ ۔ اَدٕ یلہ تمو ساری کمائی بُوز ۔ تمن ڈج نیت دُیکھ بہ چھے نہ کینتھیٕ کانھہ زٕہ امہ منزٕہ تمہٕ شینۍ کیاوسیٕہ نہ نأوِدہ ۔ ییہے نیت کرِتھ آئہ تم تامرلپتی ۔

اتہ آسُس مندرس منز اکھ سادھ بایار وٕنان تمِس آسُس وٕنان یوگہ کنڈ کا ۔ سوٕ آسُس فطرتاً سٹھاہ بد ۔ یم ژوٗ شوٗ یا پأرکٹ گیہ امتیٕ تہ دُپہ ہس ۔ اسیہٕ چھو یوریگ یہ مطلب ۔

تہٕ انتہٕ کوٗنیہ پاٗٹھ سون مقصد لبمُن ۔ سۆ وَنتہٕ ہکھ ۔ ادہ ہیہ واسے چھِنا !

راتھ گیہ بِگاہ صبحائی گیہ یگ کنڈ کاپٹن اکھ چیلہ بابا ساہبنیہ دیوسمتانہ ہنہ گرہ ۔ اَیہِ آسُس برس پیٹھ اکھ ہُون ۔ تمِیہ ہیوت نیفز جانیُ دُچھِتھ دِفنی ۔ دیوسمتانہ دُپ ۔ ساد ھ باسے چھے ۔ لنہ کونہ لکھ اندر آلو ۔ پرزٕ ناگھ کیا گرٕ ھوہ ۔ ساد ھ بابہ کرِس گوڈٕ آپی تہٕ تو ہتہٕ ذٕ نرھس ۔ پٔز کالہ پیٹھ ۔ اوس ہیہٕ تزیہ سمکھ نمکہ سنکلپ ۔ راتھ اَیہ ہم الکھتوی خوابس منز ۔ توے آسُس انزوان تادران پوزم کل چھیکھ تہٕ کُوفی زٕ بن یتہٕ ۔ آ ۔ برونہہ کیا چھوی راتس گومت ۔ مگر تتہ یہ ورائی کُنتھ کُن چھیوی تزٕ دل لگان چھون ۔ یادن دُچھِتھ چھو ۔ مۂ کیاہ تام گرِتہ ھان ۔"

اَمہ دوہ ہوٚتنس یُتوی تہٕ آیہٕ واپس ۔ دوٚتمہ دوہ گئیس بیرٕ ۔ اَمشو ہہ گیہٕ بنیہٕ ہچلا پیٹھ ۔ اتھ ملہ تاڑن تزِ ٹمت مرتزہ وانگن یتیہٕ پھول تروٗن ہونیہ ۔ تس یُو تھوٚمی مرتزٕ وانگن لگ ۔ سوٚ یچ اَشس ماٚرٕ ۔ اَمیہ پتہ گیہ سوٚ دیوسمتانہ نخہٕ تہٕ ہیٚریُن پاکھ تہٕ ھٹن.

دیوسمتا گیہ ہوہرہ کاڑن زٕ اَسہ کیاگو ۔ پنٕ ھنس نیوان کیا زٕ چھیکھ ؟ سوٚ وٕتہ ھس توڑہ ۔ یمہ نمہ اَشس پہ یُون میان سوٗن ۔ انزچھے مۂ دُچھتھ یہ وُنان ۔ اوے ایم اَشس لاگ ۔ پرونہ نمہ یلہ اکہ دوہہ سون پرنھا راتس گو ۔ ہیہٕ کوٚ ابیس مردس سیٹ پریم تہٕ بوروٚزس نہٕ کرِشہ وٕن ۔ مگر میان سوٗن تُو تنہ پیس کرشیہ ناوان ۔ توے میول اَمس ہونیہ زٕ نم پُنس پان رچھن چھو سادنی ہندگوڑ یگ دھرم ۔

دیوسمتانہ تو تھکریہٕ زہ بجیہٕ کم مرہ وانہ چھی ۔ سوٚ وٕتہ ھس ۔ کھتاوٕ بنہتہ توتیہ گُیتھ ۔ تکرفی کانھر جوانا سوزتی پیورتہٕ ۔ پگہ کُنہ کایہ ہنسے زبوکہٕ ۔ ذون کام گیہ سیدھہ تہٕ وٕذھس ۔ پگاہی سونسے تزور باپار کٹ ۔ تم چھی بیہ لکھنگ بلین

سادھ باسے وراتہٕ گھرہ کُن تہٕ دیوسمتانہ پوٚو اپنین وینس پہ

سوٚ دی حال ۔ وُنیکہ ۔ باپار چھی کٹ ہہ پیٹھہ آمت تہٕ تم چھی مۂ ونیہٕ ڈالنُ پتہٕ ھان ۔ وٕنٕ گرتہ ھیہٕ تمن نتوفقہ نصیب اوزٕن ییتہٕ تہٕ تم ییتھ دن لائق روزان ۔ سٹھے سپدِ زٕ تہٕ تہذیس منزالس بیہ وھنہٕ طہ تا وتہٕ سینیٕ آنہٕ سنستر وہون پنچہ نیا ونہٕ ۔ امیہ پتہ کوٚرٕ دیوسمتانہ ۔ پننہ اکس وٕنیہ ہوٚبہوٚ بینوٚذی ہیو رخصت ۔

بِگاہ یلہ اکھ باپار کوٹ یگ کنز کانہٕ ہنزٕ چیلہ مانٕ سیٹ آیہٕ ۔ نفقی دیوسمتانہ کور تس سٹھاہ خاطر ۔ شراما چیفتہ یکہ شو بیوہ شوٚ گوٚ وکیس ہتو وہس ہُون پنجاب ۔ سوٚ غلام داغ رتہ دیوتکُھ نیا ست کھوٚدس رکس دارتھ ۔ یلہ تس خمار وٚتھ تہٕ وُچھن پنُن حسب حال ۔ سوٚ گوٚ کن پھوٚٹ ۔ تتھا سند پاٚٹھہ تہٕ ھیہ وُپہ کرِتھ گھرہ ۔ دُپہ ہس کہیو گوٚسے ۔ وُنیکہ تہٕ وٕ رونا پہتو وٕنس کوٚٹھس کیٚتھ باقی ۔ کلس پٕوا وٕتھ نہٕ ورزٕ تم ٔنیف ۔ اوک اوک وادیہ گیہ بیئے پاشہ سارنی ۔ مگر دٔن کُس یو تام تزو شوٚئے داغ زٕ گیہٕ ۔ چھکرس آیہٕ سادھ مایہٕ تہٕ تنزیہ چیلہ بایہٕ ہنزٕ وارہ تمن تزِ ھن دیوسمتانس تہٕ کُنی تِہٕ ناوٕتھ ۔

امیہ پتہ گوٚ دیوسمتانہ یہ خدشہ پیدہ ۔ زٕ باپار کُٹ گرتہ ھنہ شرارتہ کن میانس خاندانس مارٕن ۔ سوٚ وٕذھہ تہٕ دٕتن ہنہ سوٚ دی حال ۔ سیتیٕ دُپنس پوٚ گرتہ ھہ پرنھا سنز حفاظت کرِبہٕ کراہ ۔ سوٚ وٕذھس ۔ زٕ نہٕ تزِ ناہ ہیتہ ۔ زٕ کنتر پاٹھ کر کم پرنھا ہس راچھہ ۔ دیوسمتانہ دیوت تس یقین زٕ زان تہٕ چھے طاقت وٕ تہٕ پننہ دھرمکہ بلہ سعی تہٕ ھیہ تی بنیہ ۔

مُدعا بد لیوٚ تمیہٕ پنُن رخت تہٕ مرداتہ رخصتس منز دلہ پننہٕ کیٚتھ وایہٕ پیٹھ سوٚ کتاہ کُن ۔ توٚنت یُو تھوی وارٕ ۔ تو تھوی وٕتھن ۔ پنُن زُن یمی باپار کیٹن ہنس جنگس منز ۔ دیوسمت گیہٕ ہیو ووی رازٕ نس تہٕ دُپنس ۔ "مہاراج تو زٕ اَنہ وٕلون ہیٚن ساری پیرزاپہ ۔ تمیہ اوس تمنی تھی تو سر کنیہ عرض کرن ۔ راذن دُپ تہٕ تہٕ استو ۔ پرتا آیہٕ دیوسمتانہٕ رازٕ نس وٕنہ ۔ مہاراج سۂ چھی پنُن تزِ وٕ غلام براٗمت ۔

(باقی صفحہ ۲۳ پیٹھ)

(امین کامل)

وِچھ حُسن مِیُون چھُہ لافانی

کیا وَنتھ ؟ میانہِ مدنوارِ وتھ یِمہ نو روزِ یِ اَسہ مائے
چھُس وُچھان یِنبرِ زَلن چیانس تھُوی بِندرِ خمار
سُوی دِلآرام ژِندن موکھ تیِہ تمے لُوہ ہُنتھ گلاب
سُوی ژِ ننیِ پوشہ بدن - ڈیکہ شُو یہ دَون ژِندرِ میہ تار
کانہ اَبِنیِ کالیہ زلف ، یارہ تُلنتھ مُلرِ سُشراب

قندہ نابدہ چیانِ آرِدی مۆتھے وُٹھ سُوی دَہن
سُوی اُسُن ژِ ہمیرہ پھوٗلن صبحُک تمے ونٛد مو خنتہ مال
سُوی موٗ دُر گفتار ، سُوے طوطن شکر کھاوَن کلن
سُوی رسیٛول رفتار ، دل گکون بر میان ، راون خیال

پنہ اگر پوٗمت ژیہہ چھوی ، ہمہ دُس پنِس تہ کیا
حُسنہ کس ستہس بنیا زیہہ عشقہ پونپر تراوہ گتھ
کیا وَنے کتیاہ میہہ دوہ راتھ گیمَ راتھ فنا
کاتھن جنگلن بیابانن فولم یاد ژیہہ پتھ

دہہ ژیہہ مارو دوی پنُن عرفان ، مُتھوی حسنک غرور
کانہہ نامیانس دہس میہہ تہ اوُنے کاژہر نظر
پنہ کُتس جانس میہہ آمت اوُس کہی تامت سُرور
تا یدامن چاک ما کرہ نا وہم دُ مُت جگر

وُچھ عشق میون چھُ لاثانی ، جہانس آشکار
دُچھ حُسن مِیون چھُ لافانی ؛ زمانک اعتبار

کہہ کہ میرا حُسن لافانی ہے

کیا کہا ؟ تیرے دل میں میری وہ پہلی سی محبت نہ رہی'
میں تو تیری نرگسی آنکھوں میں اب بھی وہی مستی پاتا ہوں
وہی حسیں مکھڑا ، وہی شبنم سے دُھلے ہوئے گلاب ایسے رُخسار
وہی نازک گلابی بدن ، وہی چاند کی طرح چمکتا ہوا ماتھا
وہی میخانہ بدوش بل کھاتی ہوئی کالی زُلفیں

وہی قند و نبات میں ڈھلے ہوئے تیرے لب ، وہی دہن
وہی موتیوں کی لڑی ایسے دانت ، وہی صبح کے نور ایسی مسکراہٹ
وہی گفتارِ شیریں کہ طوطیانِ شکر شکن بھی ریجھ جائیں
وہی رفتارِ ناز کہ کبکِ خوش خرام بھی للچا جائیں

پھر یہ تیرے دل کو کس وہم نے آگھیرا ہے
کیا پروانۂ عشق کبھی شمعِ حسن کا طواف چھوڑتا ہے
کیا کہوں کہ کتنے دن اور کتنی راتیں میری فنا ہو گئی ہیں
کتنے بیابانوں کی خاک میں نے تیرے لئے چھانی ہے

آہ ، کہیں تجھے اپنا عرفان اور احساسِ حُسن گم تو نہیں ہوا ہے ،
تیرے حُسن کو کسی منحوس کی نظر تو نہیں لگی ہے
میری روح کو بڑی مشکلوں سے سکون حاصل ہوا تھا
آج تیری یہ بات کہیں اس کو زیر و زبر نہ کر دے

کہہ کہ تیرا عشق لاثانی ہے ، ورساری دنیا پہ آشکار
کہہ کہ میرا حسن لافانی ہے ، زمانے کا اعتبار

ہردے کول بھارتی

اکھ آرہ - اکھ کڈل

تِتھ تام اوس سرینگر ستوی کدلہ نِش میلہ یلہ بہ سوپورکس اکس پرائمری سکولس منز ژورِ مہ پان اوسس تہ گوری اُس پیٹہ نیو لوکیٹو لوکیٹو ا تھو سائیتہ درمیہ کران ـــ تہ گندان آئیس ایس دد ہتھ ہپے یگم ـــ با تمہ پتہ کوٗکھ نس لوکچی خاندر تہ بہ کھو تس ہنز بہ نیہ ۔

تہ یومتی ہتھ تس اپارہ یپہ نوٗ کدل لگ ـــ بہ اوسس پیٹرن موکلاو مختو ہیہ دونی ہنز سگریٹ ڈہن چندس تھوٗتھ دوہ دفترہ دفترہ تہ ہوٹلہ ہوٹلہ فیر فیر گنڈاران ۔ تہٗ یقین چھم زِ اگر میہ دڈ بوٹھین کھودن آسیہ ہے نہ یکھ یکھ کرِتھ روزہ ہن میہ نلنیٔ تمام ژمگہ ۔ خبر میاٗنیہ یہی حالت ڈیشتھ ما آو ظاہر میانس نس بپھوارہ یارس آرزہ تمُ دوٗ اُس بہ پانس سائیتہ گام یتہ نس ڈیوٹی آسس ۔

جنمہ نشاو میون بپھو وارِہ دوست پینس کا میہ ـــ

تہٗ میہ تہ کوتاہ تاب ییہ ہے تھ بکھ کھوپرہ منز ہنس، نمتیہ آستر ییہین سہ بہار نیہ ہنش تہ سجاوِتھ تھاوزِ تہ کیا زِہ ہیانہ برگنج آسیو کو ہہ تہ خری ۔ ہمیہ تھو دہ دا زہن وِ تھرتہ دراس نیبرکنٗ ۔ گوٗ ہہ ماوہ منزہ پکان پکان گوسس بہ اکس لاڈس نکھ معزِ تھ ہیوہ تہ کنہ فیتر فکنٗ ہیو تم نار ہیوہ نیہرِن نیتھی میہ اکھ جوان زنانہ پانس کن دچھان دچھم ۔ ژیتھ دیتھ سوچ میہ زِہ اما میہ اکہ کینہ بے ادبی ۔ مگر قدرتن کور فضلی تہ شہ

زنانہ وژنھ وٹھ کملاوِتھ تھو دتہ تم بیتھ پاٹھیہ دنہ زن پتس گھر ٹیک باز اوسس ۔

"ژھ کیتھ پاٹھِ ازیو ر" ؟

"ہنہ ؟" یہ اوسس سوچان زِہ اسس ماگو کانسہ ہندبر ونت

"پھیم تا پرزناوان" نمہ دِژ بیہ تہ میہ کر اُستدس ہتیس وارہ نظرہ تہ ذہنس منز الم اکھ پرانیہ تصویر ۔ لوکٹ لوکٹ اتھ تہ کوہ ہیوہ گوٗ ولوو!

"اچھا گوژہ چھکھ بیتہ باگنیہ آمژ" یہ گوس خبر کیا زِہ خوش ہیوہ زن ۔

نہ ما آسہ یتن وین پوزمت" تمیہ ون گزاوہش کران خاٗ اگر خیر تہ آسیم گرژہ چھیٔ یترہ شکل بدلیمژ زِہ ....؟

یہ اوسس وٗنہ دنانی یتہ شہ وژھ بیٹھیٔ ۔

"شکل وکل چھیم نہ کینہ بدلیمژ دیہ اتھ چھہ دنال اچھین ہچہ فیوز گژھن ۔"

"اچھا تہ تی سہی مگر ژ یہ چھیٔ نہ نہ تہ گومت ژھ اسکہ تیلہ تہ دڈ ہیٔ ہٹھیان تہ ازتہ چھکھ تی کران ۔" میہ دِتس اتھس سوالس اتھوی جواب

"میہ ژھ ھنن ای کرٗن نمبہ دن تحرزہ سان ہیوہ" کس ڈیکہ بجہ تیر جبہ پنہ نہ گھرہ خاطرہ عیکٗن

" یس ڈیکہ بجہِ نہ چھکنہ نیٚارِیہ بیہ کینہٕ آبیکھ کرُن نھو مُت"
گوری وُچھ میہ کُن عجیب منظرہ تہٕ کینہ ونہ لُٹاری بجیہ
پوت تہ لج تھٕ نالس کُن وسیہ نیتھ تہ تھٕ اتیتی کالہ پور ایستی
آسیت۔ میہ توُرنہ اُستدیہ مژیہ کینہ فکری تہ پوٚکس بہ دتھ کُن ۔
پگاہ ییٚنی بہ بیہ بنیہ نس پھواُرِیہ پارہ سنزہ کچھ ہند
برہن ہندکیہ تھ نیر پیچ سکھر اوسس کران تہٕ گوری آیہ۔ " ژہ کوت
چھکھ سکھر یامُت "۔ نمہ دن بوٚنہ پیٚھیٚ ۔
" کنیٚ نہ اتہٕ زِن آسس تنگ ہیوہ "۔ میہ وُنس بیچ ہیرن
وسان وسان
" تیٚہ کتیہ اپی وادیمن ژھیہ کھوتہٕ بن تہ یہ آسی نفیس مکانن
منز روزنس حاُل "
" نہ مکانہ بنیتھ آسیم تہ تیوتھ امابوز ژہ گنتھ گژھنس غرور آسیہ "
" کیا سنا " تمیہ دن یمن درہ ہیوہ کرتھ
" اکھ گژھیہ مشہ کرایہ مکانہ آسُن تہ دویم گژھیہ تھ دو پیٚنیہ
برونھی ٹلٹنس وسُن شروع گژھن "۔
" گوری ژوٚل ہکہ امُن نیرتھ تہ لج ونہ تہ "کیا ژہ " ؟
" یہ چھہ ساُنیہ پرم پرا نہ اییہ دتھ کُن بکنا دنیہ نیچہ انسانہ
سنز بڑ کاُم "
نمہ ژھن داُری یڈیہ اُسن نہ بیوایہ پاٹھہ۔ وژنس نیرہ ژہ
نھو دتہ کرِم ہرین دون ھتیچھ
" از چھیٚ ژیہ بڈہ کتھ بیچہ نژہ ، تیلہ زانہک نہ زون ماج
زون تہٕ یا " لسندیہ انتھ اُسیہ و نیہ میانین ژھن پیٹھ، میدکیٚ
تسندیس بمتیس نظرہ سہ و مثلیہ تہ ا ھتہ ژہ تلین ہکہ تھو د
" تنہ تہٕ اُسکھ نہ تیلہ ییژھ " میہ ونس و یہ کملاوتھ
" کیا سنا مثِش ؟ " تمیہ دن اتھ پاُ ٹھیہ زن نس خبر آسس
ہکیپا ونہٕ
" اکھ دیہ ژہ تیلہ کرہکہ نہ ژھد ژانکہ پاُٹھیہ کتیہ ونہ سنیٚ
کُن گژھنس جُرت ۔۔۔ نہ اگہ کرہک تہٕ بہٕ کرہے وانکہ لبرستس نقیب
نہ ٹاسہ دوبہ بہنا دیتھ پچھر ! "
" نہٕ کیا ژہٕ توت نام اوس نہ میانہِ زندگی کانہہ سنز یک تہ
دین چھُ یہ حق میانس ماُلکیٔ یوت "
" چاٚنس ماُلکس کرِنہٕ گادہ چھہ " ؟
" اوہ " تمہ دن معصوم پاٹھہ
" ادہ نہ کینہی تمہ آسن سمارہیۓ دود جہ (वीदीज
۔۔۔۔ بیہ زن اُسکھ نہ ژہ تیلہ میہ ھتھ لگہ ساُنہ دشلان "
یہ کیتھ ونس بہ آکھتہٕ ژہ تلا اتھ کیا جواب دِیہ ۔۔۔۔ مگر تمیہ
دیوت نہ جوابُ بلہٕ گرزٔ جیس کمہ ژھٹہ نیرتھ تہ میہ ڈاج کمتہ ۔۔۔
" لوکہ چارہ تہٕ چھہ عجیبیٚ تماشہ فکرئی نہ تران زہ آوکیاہ
نہ گوکورکن ۔ مگر اکھ نقتہ تراوتھ گژھان ۔۔۔۔ نہ مشہون ۔۔۔ !
بیتھ سودتھ انسان مایوس نہ چھہ گژھان مگر توتہ یاد کران ۔۔
خبر کیا ژہ ؟ "
" ژہٕ آسکھ سوُرلں میہ زن چھہ نہ زانھہ تہ لولہ بیوان نہ
ہیچس زانہہ مایوسیٔ گژھان " تمہ دن ژھ ٹولنی مثِش کتھ کرتھ ۔
" نہ کیا ژہ مایوس چھہ سوئ گژھان یُس زانہہ خوش
نہ آسہ ۔۔۔۔ سہ آسی نازیہ سہ وقت یاد پیوان یلہ ژہٕ
گژھ سنزہ دارہ سنزہ ہکہ برگ ژدیہ انتھ میانہ مشکہ بیچ
دتھ موہرہ اُسکھ دوان تہٕ امیہ بدلہ اوسس یہ چاپس نکس
ہیٚرس وزجہ میلہ تیبت ادم نیکھان ، یا یلہ اُیس مکانہ بانونس
اُسیہ گندان ژہ اُسکھ کجہ ہریہ سومبران تہ بہ اوسس گھرہ
بینا وان ۔
" نہ نہ نہ ۔ یہ چھس نہ کینہی سوزان تہ نہ چھم کینہ یاد ی پیوان ،
یہ گیہ تُشہ کتھ " تمہ دن نہ ژن پتھ زود دوان ۔ " بدلہ چھیٚ
نازیہ کانہہ کتھا کرن لایکھ "
" اچھا تہٕ نژیٔ دلی کیا کتھ کرو ۔ چاُنہ ماُلکہ سنزہ کوتہ کرہ

شہ ماگیہ شر کتھ ہتھ ؟ —— یہ ونتم تم ہ چھا دستارس کینہ لانحہ ہرراوِمنت یہ زن ونمی امیہ کنی تہ کیا زِ ہ ماشٹران ہرند کھرنا تنخواہ تہ ممکن چھ زِ ہ تنخواہ ہرنس سائتی آسہ تم دستارک آرہ کرنکل تہ ہرد ومت —— نِہ تمی گونٹ ھن نتر کیاہ دلیلا۔ یتھی سہ ژ یہ نہ آیو نسٹرن گونٹ ھن کن وچھتہ ژ ایہ میہ بیم زِ ہ یہ گونٹ ھی نہ ژ یہ گونٹ حیہ تہرس گنڈ تھ پکناون۔ کالہ اُسکھ ژِ ہ تمین (ا ہ ہاد) گنڈان تہ پگہ کریو ہے ژ یہ تس تمیت خاندر، الکھتوی چھ میہ شکھ ژ یہ ما آ ہسنے تم سٹنکہ رِچھل نوت تام اتھ تیٔ منز۔ تہ پتہ آسہ ہنے وارہ پأٹھیہ تسنزہ گونٹ ھ تہ دستار دٔ چھتہ تم اتھ منزہ دلیرمیتہ، یتھہ پأٹھیہ ژ یہ پتہ نس مأرس ؤچھتہ دلیران اُسی۔"

" ژھو چرس منز کیاہ چھ چانن مطلب ؟ " سہ وتھ بدلی ہتہ

" یہ نہ ژِ ہ ظاہرا زیچھرس منز تہ محسوس کرکھ " !

" نہ ژِ ہ یِہ ژھک میہ کیاہ تام ہزل ہیہ کرنہ " تس ہیوتن شزار تھ کھن " میہ چھ خبر ژِ ہ کیاہ چھکھ ونان، مگر ژ یہ آسی نہ خبر ؤنیہ میہ اُت واہ ورِیہ گھرہ کران، تہ یتھہ پأٹھہ میہ ییم دری کدھ میہ ییر ھن اِیتھ پأٹھہ ؤنس کرن، اسانہ خاندانہ منزہ چھنہ کانہ کو رئیس ماجر ییٹھ۔ اُسہ کچھ تیزِ ہ کو رِہ آدہ یتھہ پأٹھہ تمن تار لوگ تیتھ پأٹھہ لگتن پتہ تھ اکس "

" تہانن کن کاژ ہ چار وأئیس تہ انسانس فرن ییٔ ہیتگ جورہ تہ لمو ؟ " میہ ونس اسان اسان

یہ چھتے ہزدنان کمتھ کیا زِ ہ چھکھ ڈالان " تس اوس نہ ونہ نہ سنزار تھ حیامت

اِمہ چھانتہ عہ کمتھ یمہ یہ کن لدن ڈالتھ بکگہ " میہ ونس تیتھۓ پأٹھین۔ تس ہیو شزار تھ تہ رژ ھانھیہ یتھہ بیٹھ ونہ نہ

" زندگی چھ کیاہ، انسانس چھ ییٔ ہم ہتی، یمن دوہ چھ پورہ کرن، ادہ لا پتھ گژ ھینم معافت اکس ہیہ سنیدہ کھوتہ چیٔس جان پأٹھہ دوہ گڈان، اسان تہ گندان، پتہ گیہ دنیہ سہ کس دِ ژِ ہ سیت یلہ کانسہ وتہ تہ تمن سہ تلیہ چھا سہ وأنس ؤچھان "

" یمن پیٹھ آرہ دوست نہ اوس رات شامن یتھی ہیوہ بیٹھہ وأنِ حساب ونان بہ بیچھہ سس بحث کرنہ مگر تمہ دیت نہ جوابی زہرا آ ہسہ ییگاہ کس روزنس[1] حساب بوزان، —— خبر یہ زندگی کیا زِ ہ وین بیٹھ وأنہ حسابی یأژ روزنہ مرتھ " کمتھ کمہ تھ ہیو ھس بہ شانہ شرو کرأو تھ زِ ہ گوری گژ ھ تہ میہ پتہ کن دھکہ دتھ چھنس ڈلہ ژھن —— مگر تمہ ون نہ کینہی تہ یتھی بہ تس کن بھیو رس سہ اُس میہ عجیب نظرہ ؤچھان !!

.......————

امہ پتہ ژھو[2] بیٹھ میہ گوری واریاہ چھرِہ تہ وارباد چھرِہ کرٔ آسہ اِتھۓ پأٹھیہ دھونکہ دھونکھ، کمتھ بکواس تہ واریا رہ لہ گونس اِتھۓ ہیوہ تہ، مگر تونہ اُس سہ میہ دوہ ہے سمکھان۔ عجیب عجیب کتھ کران معمولی کتھن پیٹھ بڑہ بڑہ اسان، معمولی کتھ بیٹھ کینہ وتھان تہ کینہ دنہ نہ لیاری نیران —— مگر پتمین ترین دوہن ہیکہ نہ اُسہ سمکھتہ تہ کیا زِ ہ یمن دوہن گونہ روز س اکس برنزس تہ ژھین —— تہ ژ دیہ مہ دوہ اوس میہ وأپس کمتھ —————— تو ون کرأن ہندس شہرس !!

روزِ پیٹھ پتہ اوس ونیہ سہ یہ نون. درامت تہ ژھیہ لشیہ

[1] روزنہ - نذرانہ جو پٹواری کسانوں سے وصول کرتے ہیں جسے نہ ہی پٹواری رشوت سمجھتا ہے اور نہ ہی کسان۔

بیٹھ اوس ہلکہ ہلکہ ہا دِتھان، ییوان دوست دراو ییہ نہ رخصت ہیتھ ڈیوٹی تہ بہ فیورس آرس کُن۔ مگر اَتھ ترتہ بہ ونھ اوس بہ گوری نیٚرھان رخصت ہیوان ییہ دِنہ ٹینگہ پیٚچھ اوس یود نظرا مگر سُہ گیم نہ کنہ نظرہ، پروھتس وارہ وارہ سریہ لہ ٹینگہ پیٹھ ارس کُن رود بینہ موکھ اوس آرس پونہ ہریامُت، ییہ کوڑ بوٹ اغفس کینہہ تہ بیگس چیرہ ٹیمپھ کرِتھ تورُس کھوڑ ٹھیکراوِ ٹھیکراو اپول —— بوٹ لاگتھ فیورس بہ بیہ یوت نہ گوری ماگرتہ ہیم نظرہ، تام ھتوو کم ؟ تام ییہ نشانن بیٹھ اتھ اگوری اُس ییہ بروٹھی آرس ترٗ مرٚ مہ کھسکہ ژہ ادہ " ؟ تمہ دِن اُدلہ ہیتس دوتہ بو اسٚس وتِش ہیوہ کرٚان

" تُہ یہ چھُیٚ وِنہ تہ تسلّی ؟ تمیہ زن بوزی نہ ہیایہ یہ کتھ نہ لج بہ ونھ کُن وننہ۔

" وُچھ کھنہ کُن سمکھیہ ائیس زن اوسکھ ژہ ییہ سیت دھونکہ دھونک کرنی آمُت، اژہ نہ اُسکھ سوچان نِہ گُس بلایہ مریہ ییہ آیوس فیرنہ تہ یہ نہ کوڈنم اَمہ پیٹھ !

" اوہ کیا چھکھ ناوچھان دِہ لہ لگرہ سندِ پاٹھ کیا چھُس یہ ژلال " ییہ ونُس اسان اسان۔

مگر تمہ زن بوزنہ یہ کتھ تہ، تہ بیگس ٹیچھ کرِتھ لج وننہ " ولہ یہ تیٚلیٚ یہ بہنت تامتھ " !

ییہ کرتہ تہ یس بھضس کن نظراہ نہ شرح تورہ نشودہ زِدہ ہِش وُچھرتہ ییہ گیبہ بیگہ پیٹھ ٹیچھ ڈیچ

" کیا پتہ یہ سمجھوا نہ یمکھ اتو تہ پیٚچھ بیگس کُن وُچھتھ یاد —— پتہ پاٹھیہ چھُ لوکچار یاد پیٹھ انسان غمگین سپدان، مگر تو نہ یاد کران، خاص کرِتھ بیہ لوکچار اڈہ پھوٹی گومُت آسیہ، ہیزی آسس یہ کالہ نیکن گنزان نہ ییگاہ، ٹ بم اتھ کونام اتھ ونتہ پاٹھ یہ زن تسلّی کنہ آسیہ، تہ یلہ ییہ دم

سمبول ییہ پاسیو سوُری آیا مُت ہیوہ، ییہ کریتے ییہ گھر بناوُن کوشش مگر بہ ییٚن حوالہ آس ہس کرہ مژ، تم اُس یہ منزل سیٹھا پتھ نزاو تھ۔ تسن ین اتھن منزاوس نہ تیوت تیا نکہ نہ شہ کریہ ییہ مددا " یُتم کرِ میانس اتھس ٹیچھ تہ وُٹن ژالیں قفرہ تھرہ ہش —— " بہ ونیتہ کتا " تمہ وان رژھا ٹھہرت تہ آس اُتھ بگہ دشہ اُس حودِ رحیہ جذباتی گاٹھرتہ ییہ ونُس کتھ ڈالنہ موکھ " وچھ یتھ آرس کوتاہ پوتیہ چھ ہر یامُت کوشش کرِتھ تہ چھُہ نہ انسان برنہ بیٚنش پچھ ہیکان " مگر تس ڈیٚل نہ خیال نہ سہ لج پرتو نھ کُن وننہ

" توکچارِ اُسیہ نا اَیس گھرہ بناوُنس گنزان برٗسہ بیتہ دوان بچہ مہ ہبراُوھتہ تہ ژھراوسکھ گھرہ بناوان —— از چھُ ییہ تماہ گزھان یہ گنزہ نا ٹیچھ پاٹھن گھرہ بناوُنس " —— تس لج اَشس دوراسہ۔

" وُچھ کُس مصیبت چھُ یہ ناہ تہ یوت تام زاتھ کرِدل آسہ توت تام ییہ پیہ تھ کاٗنہ بھگوان تسییس بھروس پیٚچھ اتھ ژن نہ خبرکہتہ گژھن بیرہ تہ " ییہ کرٗ یہ اکہ ہیرہ کوشش نِہ شہ تِکہ نا بدل کاتھ کتھا مگر اَمہ ونِہ نہ گوس یہ ناکام

" ژہ اسکھ دیان نِہ کتھ مژ چھس یہ دگر —— اگر —— اگر گھرہ بناوُن تہ مژ رگوتہ گھرہ لوبون کیا گوتیلہ " ؟!

" وینِ گدٗ ژیہ —— سنالس تہ چھُ پوتیہ خر یامُت ییا نہ ٹہرتہ ژہ ونیہ " —— ییہ تہ زن اُس آواز گو ہمیشہ —— تمہ کرٗ میانس اتھس بیہ اکہ ہیرہ چیرہ ٹیچھ تہ تزٗ نالس۔ اپور تہ وفتہ قمیہ سہٗ ییہ کن، اتہ ییہ کوُرس اتھ زہ ملناوتھ تمسکاد تورہ روز سہ کارِیج تھوٗہتہ اتھ پاٹھ دوچھتہ زن دیان اُسس یز پاٹھیہ اگہ ٹیچھ نالس کرِدل آیہ ییہ مااُ دِ یہ زامانہ !!

گاہے دتم مزدوہ سندِ پاٹھ دم تہ کھیم ژون
گاہے یودٗ یوم اشتیہ فدانیہ پتن وامانہ ونیہ کیا

کُندن

متیہ حال مہ پرژھ

یلیہ ہردہ نہ ژھتہ چھے گرایہ ژھٹن
گگرایہ پھیٹن یلہ رُودہ ترٹن
تیلہ نیل گرژھن چھے نیلہ دٹن   کھیلہ ژُھترن ہندمتہ حال مہ پرژھ

یلہ کالہ اوُبر کھیبہ اسمانن
وُزہ وزہ یلہ برزہ لوسہ بستانن
تیلہ اَلہ اَلہ اتھہ ناکہ ہسہ بالن   ہی تھرہ نیُ ہُندمتہ حال مہ پرژھ

یلہِ مایہ مشن زن ژھایہ ینیتھ
بیبہ لولوی زن ملہُ مایہ چھیتیتھ
پین آشہ ہرتھ بیہ رایہ ژھنیتھ   ہرژہ والیجہ ہندمتہ حال مہ پرژھ

یلہ سیوٗرس جاریرنادٗ کرن
یلہ پزرک موٗت چکہ جادٗکرن
زن بلبلنیٗ کیوٗت پنجرہ گرن   ادہ گلہ نی ہندمتہ حال مہ پرژھ

یلہ لوس پیپہ کور شک یارن
یلہ حسنس تامیتھ کٹڈ ژارن
تیلہ بوینیٗ ہند چھی گوڈٕ ٹھارن   کوٗنگہ پوشن ہندمتہ حال مہ پرژھ

تم آرن ٹھوٗلہ دِن آرہ یلن
زن نارس پرہ دستارہ ولن
ادہ گرز ڈوٗتھ آلس آرہ دلن   نمہ سہلابک منہ حال مہ پرژھ

یوسہ حالت کندن لالس بیھم
سوئ گرکھ پتھ مِس کس پیاس چھیم
یا خبراہ زونہ گلاس چھیم   ژھییتہ چشمن ہندمتہ حال مہ پرژھ

جی کے کول عرفیگی

وستہ

انسان سُند جانی دشمن کُس اچھُو ....

واریاہ مجادلہ لوگ۔ ساری بیٹھ ہینٛن ہینٛن نوستادہ دِنہٕ۔ کانہہ لوگ سترفن نیراہ پرنہٕ۔ کینہہ پریُہ سہن تہ ہاپتن بچہ۔ ڈاکٹرٛ منیو داؤن تہ بیماین زیٹ تہ کانگیر تراویتھ ۔ تہ غرفیکہ مجلس گرمے یہٕ سخ۔

مامہ حبیب ادس کونٛس منز جیراہ رٹیتھ یہ سوزمٕ لوزان۔ مگر کیا، مجال۔ زہ سوٗ کیاہ کڈِ یہٕ ہے کریتھ تہٕ۔ آخر یلہ ساری کتھٕ کاڈ کار تھیک۔ خانہ دارس پیہٕ چائے یاد۔ تہ موتٕ ہس ونٛن سماوار کھارن۔ جمہ تھدیس الیس چایہٕ بھنزسخ ٹیٹھ آمیٛز۔ مگہ کمیہٕ بتحصبہ کریہٕ ہے واہی یاداسے۔ بچارس دم نُدن بنوس نہ کڈٕن۔ یہ کیا زہ بدنام اوس یُہ دہی۔ موٗتنیو وژ ھوو چائے کھارنہ۔ مگر واپس گونہ یودی۔ خانہ دارسندیٕ نادناد لاینک تہ یلہٕ نہ کانہہ نتیجاہ دراو۔ سوٗ ہتنوٕسخ تہ تم ہوت دوئن۔ بی کران کھیژ موہنو سنزٕ آدانہ ییہے کھورٕ ہ منزہ بیش۔

"یہ کیا وحض ونتا۔ چائے عحض یژن تیار گژھین بس بیہٕ ہلٹ چوراہ مگنس۔"

جمہ تھدیس کھوت خشم سخ۔ مگر شرارت ہیوس اندری شروپرادٕن۔ یتھیس کھوتس دٕشلن۔ تہ کتھ ڈالنہ غیطرہ وُٹھ شو مامہ حبیبس کُن ؛

"توہیہ شُٹھن ونوئی نہ۔ زہ انسان سُند بوڈ دشمن کُس چھو۔" مامہ حبین گوز اکیہٕ کنہ۔ تہ تروون بیہٕ کنہ۔ جمُوہ تھدیس گیہٕ بییٕ زیٹ ہش۔ تہ عزت بچاونہ خیطرہ لوگ نہ تمیس پنن سوال بیہٕ تژہ ھنس چارسے۔

مامہ حبیس تہٕ آوٕشاپد جمجن آدی۔ ملتہ آسہٕ ہس ناجہ زہ جمتس چھُہ نہ تمسنہ یژ ایک بلکہ چایہٕ پیالک ضرورت۔ خیر نبرگ اوس مامہ حبیب۔ لوکٹن نہزہ خامیہٕ تہ کمزوریہ اوس ٹھیک پاٹھ سمجھان۔ منظراہ کرین جمجس۔ تہ جیر نتیجہ پاہن کڈ یتھ وُونتہ شوٗ جمجس کُن ؛

"میانین کن ہاچھو انسان سُند بوڈ دشمن گگرہٕ مخول چھسےٕ نہ کران۔ ذاتی تجربہ چھسےٕ وَنان۔ میٔے چھی ہے گگرٕ دُ ژ کیٹ تژا نمتہ۔ اگر خوالس منزہ گگر وچھان چھس۔ تاریٕ کینڈ چھم وُ تھان۔ کُس گھرہ نیریٕ بیُہ نہ گگرٕ دٕ اندیر اندیرفان کورمت آسییٕ۔ نیرکوٹ زٹین، صندوقن، پھرن، لیجن وسٔن، تہ کُھٹین تارہ کانج کرین چھے معمولی کھونہ معمولی گگرہ۔ سنیر خوئی۔ ادئے کا ہنہ گگر بدذات تہ آسی۔ تمیس نشہ چھنےٕ خلائی .... گگر چھو تیتژ ھ موزیک بلائی زہ مرنچہ تام چھو انسانس بتئے روزان۔ کیا یا غلط ونمہ۔ لاعو مہٕ تہ چھو ناگگرن ہندی سوچھ انسانس۔ خیر تو بیہ بیہ تنوہ یا منتہ ہتنوہ۔ میہٕ چھو انسان سُند ساردی کھیتہ بوڈ دشمن گگرو وی یا سان۔"

مامہ صیبن یہ پیکر بوزتھ تگ سادی ٹیٹھئے کرہٕ ۔ مگر جمعہ
اوس پننیٚ حاژماتن سیتۍ مت ۔ بچارس چایہٕ وادیہٕ اسیس
پھمب کھینہٕ میٚژ دروازس کُن اوس نظر نظر دوان ۔ نہٕ کرِ کھیہٕ
مہینو سہاوارہ ییتھ مامہ صیب دُچھس ۔

"جما دروازس کُن کتھ لگیٚ ایچھ ہورس ۔ کتھہ بیتے بوزتھ
بوزان کو تہ چھکھ ۔ وین ہے میہ وُنن ہیوتی ۔ زہ گگرن ہُنز کیا زہ
چھے میہ سِنٛ کھیٚر" جمعہ وتھس :

"وینو حزہ وونتا کن حزہ چھم ترے کُن ۔"

دستہ ونس پیٹھ زن ہیو تُن مامہ صیبس پیٚژ یہ ہنہ ۔
بتھہ گوس نارہ تیو نگل ہیو ۔ کنہ ییتھچہ تام وُزلیس ۔ مھتدیہ ہٹہ
دُوبتہ جمعس ۔

"بوزتھاہ ــــ میٚے ناگتہ ھیہٕ نہ دستہ پوستہ کینہ
وُنِن ، میٚے ہا چھے اتھہ سیت سِنٛ کھیٚر ۔ وارہ کا دئے ناوواہ چھم ۔
وستہ کتھہ بنو دتھس ۔"

مامہ صیب ترس بیتھ کین ٹلیتھس پیٹھ سپد سانی تعجب
عادت ماوس تیستہ بیتھ ہتھ وُچھنک ۔ سانی گیہٕ عقلہ
بیتھ ۔ تہٕ ژ ہپس کھنڈس گیہ بالکل تزھوپہ ۔ مگر مامہ عیب نہٕ کاترس
کاسس ہیکہ ہے بھنگہ زیٚر کرین ذرہ ویتھ ۔ آستا گنڈ نکُس
انانہ اوسس ۔ وماہ دیتھ تُھتھی کھنگارہ ۔ نہ جمعس کُن وتھ :

"کیو جمعا ۔ ملالہ گویاہ ۔ بوزو بوہا دئے ۔ زہ میہ
کیا زہ چھے گگرن تہٕ تمیہ کتھو تہٕ زیادہ نا ڈیکتی دسستن ہنز کھیٚر ......
...... دچھو جمعا ۔ بہٕ ما اوسس بڈھ دہے ۔ بتھہ دُوبچل
ژادرِیہ تہٕ فرنس کُن ماڈ چھِ ۔ پننہ وقتہ ہا اوس بو امارؔ دنہ
پوشاک مانزیوان ۔ پلو نال سیٚیم زیادہ کینہ آسان ۔

مگر ننڈھر بتہ اوسس نھاوان ۔ دلیس تام گرژھیم نہٕ
گین یافت اسین ...... میٚہ ہا اوس کمر چادرہ اکھ
باران کوتاہ نو مت ۔ سِنٛ ٹوٹھ اوسم تہٕ تیتہ تتی اوس

ماگان ۔ معمولی ناوس نہ کینہ ۔

تیو خود رنگ ژادر منڈتا و ییتھ اوسم کو چھیہٕ یارغ کرس
سٹرس نشہ تیار کرنو مت ۔ تاریہ ییلہ دنہ ہاوبن ہیت ۔ میہ تہٕ
پیوٚ باران کوٹ کڑنگ نوُن ۔ مگر صندوقس ییلہ کلف مژ دوئم اتہ
کڈہ ہا گگرہ سینہ لوکہ ویٹ ۔ ایم موز یکین آسیس کوٹس دوتھ
داجمتیہٕ ۔ بتھس پیٹھی آسینس دہ ہبڑ ڈل گیر میت ......
کوتر آلیس شومب ....

کیاہ ونے جمعہ ہگرہ دودم ۔ دون دابن رہ گھرس منز
سِنٛ حملہ دِل ۔ نہ چھم خبر کھیو کیاہ نہ چُھ کیاہ ۔ آخرس دیتھم
ساری گو کیا حزہ ۔ معمولی کتھہ چھے ۔ روف کرہ ناو یوس ۔ امیہ
سیت ڈیہ میہ زیادئے ہپر ۔ دپان چھس ۔ اتھیہٕ ہے پیہ
ایم یہ مردود تان کڈہ ہیس ۔ پرزہ ہفتس رودژھس نا گان
ژاڑن ہنز نیندریہ گیم کا ہین ۔ مگر گگر آو نہ اتھیہٕ ۔ کرہ کرہ رود
گژھانی ۔ مگر یہ مردود دراو نہ میدانس منز ۔ لشن کاکھ
نائیہ فولاد ستین پیونہ ماہ میہ گھریہ یتھس پیٹھ شیران آسیی
ستونھو ڈ گگر ژھلن منز ۔ مگر گگر آو نہ اتھیہٕ ۔ بہرحال یہ
چھو ژیو قصہ زہ کاژ اہی پریشانی پتہ لوگ آخرس گگر ژھلس ۔
مگر بعد از خرابی .... بے شورس کوٹ نوگس ترکن
شیرن تکیہ ہے تہ ۔ دپان ہا لوکھن ناگردانیس داہ کمبر بیتھ ۔ گگر
نہ گو دنو ۔ مگر کوٹ ما آو سیٚر نہ ...... زدفنہ ووف مون
نہ میان دلن کینہ ۔ تہ لہذا یوت میہ نوئے کوٹ بناونک سٹرز
کرن ۔ ژادر مویل ہنہ تہٕ منڈنا دنہ یاپت اوس نہ وقتی ۔ تاد
آسیی پیار ۔ دوہہ کھوتہ دہہ نیٚران ۔ تہٕ اوہ کن یوت میٚے
یا زئے اکھ پیٹھ ٹکراہ مویل ۔ کو چھیہٕ یا عکس سٹرس کھوتس نہٕ
بیہٕ کینہ ۔ ہارہ تہٕ آستہ ژریو دیٚنہ ۔ تہٕ پیٹھ خچل تو ادی تہٕ خرسوانی
وشیٚہ دسہ کھس گیر بیتھ نگہ ژٹہ ۔ بیٚرنت کیر بیتھ تہٕ چھپایہٕ
گگر وایہ نیٚران ۔ زہ کو چھیہٕ یا عکس سٹرستہ سوومت پلو !

گرژھہ نہ بے وٲبہ پاٹھ ژر کینہہ ننانوں ۔ یمہ ساسئے کنہہ سور بیتھ دۄوت میئے نوٕ یاران کوٹ محلہ کیٚنژ دۄستنس بناوٕن ۔ اما بانڈ بانڈ کوڈستس ۔ زہ دستا یہ حرٕ گوژھ ۔ دیل ولی سوٗرن ۔ کیا زہ تاژ کیا چھے سنح لگان ۔ دسنہٕ وٕنم ؛

" کینہہ مہ حرٕ ہمرپوٕنم ۔ نیوٗتھ کوٹ حرٕ بناوٕوہ بیقہ زنی سوروٕی مشوٕدہ ۔"

امیہ پتہ لوگ میٚیٖن تہ توٗین ....

نریہ لاہرا اُپلہ ..... زنگہ بتھاوٕ میوٕدھ ۱..... کمرس کڈوکھہ تھہ کھار نہ شاہ ترٲوٕ ...... تہ پوٗرہ الیستس گھنٹس دُبھا بیچی کرنہ پتہ موکلیوس بو کاہی تاپن تہ کاہی تلان وسنہ سنزیہ کاژیہ تلہ تہ توریہ آتواریہ کوچ لاگنک وعدہ ہیتھ سید یوس بو خوشی خوشی کامیہ پیٹھ ۔

ماہ صبیب نہ باران کوٹ چہ کنہہ اون مجلسہٕ رنگ پوٗو ۔ حرف اوس جمبہ بھودوی اوت یہ دیپ زہ نہ ڈیان ۔ تمیٚتہ دیٚن تہ اوس پوزوٕی ۔ ادہ اسیٚتس ستہ تیھے چایہ جن وناں ۔ جمعس دفعہ نہ آخرس آیہ وتابیٚ ۔ تہ شوٗوٕ تھہ خانہ دارس کُن ؛

" دوپم حرٕ ...... کتھ وتھم تہٕ حرٕ گیہ پوزوٕی ۔ مگر امیٚتیس موہینوستس بے فنورس گیہ تا حرٕ دنیہ تہ چلنئے تیار ۔"

خانہ دارس تہٕ اوس تمیٚتس کالس ماہ صبیب نہٕ کتھہٕ رس آمٕت ۔ وتھس ؛ بے مقلا ۔ کتھہ کرٕ ھینوٗ گوڈین خنم پتھ چائے ہا وانیہ پائے ۔"

ماہ جیبس گوٕ جمبہ تھدیوٗن منیٚر وھنی بہٕ نیہی ۔ گرباران کوچہ کتھہ پھیور دینہ کن اوس تمیٚس سوروی موٗھمت ۔ جمعس کن وُ تھ ؛

" بوزو جمعا ...... وٗین تا چھنہ یہ زیٹھ دلیل کینہہ ہوکلے یرہا .... کوتوٗ وانز وس بو .... او ...... کوچ وگنس نام ۔"

" وعدہ یہ آتوار تہٕ آیہ تہ گیہٕ ...... کیا زہ پٹھ بتھ بیٹھ آیہ نہ گیہ کاژہ آتوارہ ...... مگر کوچ رود کچھ چیٚ جایہ ۔"

نونگہ پھوچہ دستنس یہ تہ گژھہ کیہہ بیتھ ۔ مگر دوبیئے رود شوٗپی وناں ۔ زہ نویہ آتواریہ حرٕ لاگو وہ ضرود کوچ ۔ آخر ترٲیو میٚہ اکھہ آتوار دیلیہ ۔ تہ دوئمہ آتواریہ دوریوس بو گمریہ پیٹھے ہنگین منیٚر لفیتھ دستس سیت میٹ منیتھ کھینہ ۔ سڑکہ پیٹھے کیرمس نظراہ ۔ دستن کیرنم اسونہ بتھیہ سلاماہ ۔ بو وتھس ؛

" سلام کرستہ پانس ۔ یوٗرکڈت ۔ میون پیٹ مکرہ ۔ ونڈک اڈ ہیوتن واتی ۔ مگر چیا نہ ڈیٚس چھنہ دنیہ کوچی اندان ۔"

دستہ آڈ بیکہ ھٹوو وُ بیتسہ ۔ تہ دوپنم ؛

" کُس حرٕ چھوٗ ونان کوچ چھوٗ نہ تیار ۔ یہ کیا حرٕ چھوٗ وہ بر و نتھ ڈکین ۔ بیتہ ہے سیتھہ دوبہ تیار دایت " ....

.... ہیو جما سنح شرمندہ ہا گوس ۔ دستن ہا اوس ہیر پاٹھ کوچ تیار کورمت ۔

خیر ! نہ بو دوستی کوتاہ لاگیتھ بلہ میہ شیٚشن کُن نظر ترٲیو ۔ کیا با تھیٚتس وُچھان ۔ باران کوٹ چھونہ تاوی دستن ہا اوس لو کٹیٚ کوٹھ پیونتاہ بنو ومت ۔

" یہ کیا حرٕ دستا ۔ بیتھیہ چھا باران کوٹ وُ فان ۔"

دشتن دُپت دماہ ۔ تہ دماہ دیتھ دتھم ؛

" اتھہ حرٕ اوسوہ کیر کمیٚ ۔ باران کوٹ ۔ ہیوٗکس نہ نیر بیتھ ادہ چھل کھنڈ چھس پھیمیٚر ۔ سو چھوہ آیٹ موجود ۔"

...... کمپاہ دنے جمعہ ۔ دستہ سیٚتند خوادیچ بوٗز بیتھ ووٗدس اندزی ۔ مگر سیٹی دوپم ۔ خبر چھا بزاژہ سینزی زادہ گی ما آسیہ ۔ وٗین کمیٚس سیت کرہ جھگرہ ۔ دُلہ بلائی ژھنس ۔ اصلی اوس نہ میہ باران کوٹ لیکھنتی گومت ۔ لوکن سایت ۔ پھرہ بو کرنہ اِن کیاہ نیرم ۔ دشتن تھوو کوٹ دیٚنگ وعدہ نیوٗ آتوار ۔

تہ ایمیہ دوہہ گوس بہ سیٹھاہی مِل ملُول پھُٹمیتہ کوٹھیو کامیہ بیٹھیہ۔ وستہ سینز نیوآتوارتہ زیٹھے بہ بیڈپانی پاٹھہ۔ تہ شوہٹھ چھیھ ییپاد تیریہ سیٹہ وزان۔

ایمیہ ییہ گوٗ مدتاہ۔ تہ دوییہ اکھہ سمیکھہ آمیس اکس گھاندہ ساس پیٹھہ۔ اکسی تہ امیہ اینڈا اینڈلیس بیہیتھ۔ کُن بل اییتھ پروٗڈھہ میہ وستس :۔

"کیاہ حز! ساہن سوکوٹہ ییہ ماگیے بہ تیار۔" میون یُوتوی اوت وَنُن۔ زہ وستس کھوت سنخ کاڈین۔ تہ وونُم :

"ڈویم حز ..... اسیہ گژھیہ ناحز لوکن بنڈ پھگریہ نہ دگرائی ژلین ... کیاہ کوروہے۔ بھتہ میونڈ کڈہ ہمیہ بیند۔ تمہ کوٹس چانس سیٹ زن الیسی خیر کوسہ بلائی۔ روپیہ بتنس ۲۰۰ دون ہتن اونم ولامہ۔"

ساروی اُٹھ اتھیہ مفید۔ تہ لیگ وستس پرژھنم :

"نہ حز وستاہ! دلیل کیاہ حز چھے ؟"

وستہ لوگ باروٗ دِبنہ : "ہہ حز —— کتھ کیاہ حز چھے۔ مامہ صیٖبن کوٹ تھاویوم شیرہ بتھ تہ سنبھالیتھ صندوقس اندر۔ بالکل تیار اوس —— ادہ خبر کتہ پھوٹ گژھاہ۔ تمی ژھن انتھ کوٹس سیتی پانژن ستن مولین پلون دھوتہ دھوتہ کیر بتھ .... لنگہ چھُویہ۔ زہ لارپچھ اسیہ حرف مامہ صیبنی آٹہ۔ باقین چھُو خداوند کریمن بوڈ دِل تہ صبر دیوتمت۔ وُین کیاہ مارنہ میہ مسکینس!"

ساروی کورو وستس دلاسہ مدارہ۔ تہ میہ دیوتھکھ مشورہ "وستس پیٹھہ حز گژھہ ہیہ رحم چھی نظر کرین۔ بچارہ غریب بیہ چھُو۔" .... جمہ ادہ کیاہ کھیوٗ میہ سوٗ سال۔ زن ہا کھیوم دہر بارلں کوٹس موژیے یود کوٹ، ادہ سوٗ تہ آونہ امیس گگر بلایہ خوش۔ بس امیی دوہہ پیٹھہ گیی میہ وستن تہ گگران نیز سنخ کھیژ۔

بیتیس کالس کھوت مہیتھ چایہ سماورانہ زوجہ ڈیڑان بیتھ۔ سماوارس ادس تو نیہ کین گرکہ دِدن ہاہیہ نیران۔ جمہ تھدیس ژاو سماوارہ دُھپھتھی بُیوسے نہ یُیو۔ گرد کھاہ گروکھاہ نینگلاوان ژھن تم سماوارس تھپیہ۔ تہ پیالس چائے پھیران وُتھ سوٗ مامہ صیبس کُن :

"ریٹوحز —— چائے چیوٗ۔"

مامہ صیب لوگس مدیہ وُچھنہ۔ ڈاکٹرن روٹ چائے پیالہ تہ مامہ صیبس پیہ ژھن :

"نہ حز یہ دلوئی نہ۔ زہ وستی مادیوہ کوٹک نیالطہ۔ ویالا آخرس کیہ کتھہ کینی نہ ؟"

مامہ صیبن تہ دوٗ ژیوٹھہ شہاہ تہ وُنُس :

"آمین حز —— اکیہ آتوادیہ حز سوزین ژاٹہ باجس اتھیہ تیرن تہ تلمن۔ نہر اکھ ہیر پچھبا ہ۔ تہ بیہ اکھ لوکیٹ، واسکٹ ہنیاہ۔"

جُمن ژھین چائے زن نالہ کین پھیر بتھ۔ تہ کھوریانہ لاگان ہنیرن نیرنچ سکھرکرین۔ ڈاکٹرن پرژھ مامہ صیبس بیہ :

"نہ حز —— یہ وتوئی وستہ کس حز اوس" مامہ صیب وُتھس ختمہ ییہ بھتیہ :

"یوہے حز —— جمہ تھووتہ بیہ کُس"

جمہ اوس بتیس کالس دروازہ بیر درامت۔ اپنی پیٹھ لاین مامہ صیبس ژلان ژلان کر بکھہ :

"وستہ کارتراو تیس بہ گیہ وُین ابھہ ودیہ۔ مگر بلائی تلیا تھپ زہ ژہ تلکھہ۔"

دیژارہ پُھٹہ تہ بیرہ تلتھ تہ کیتھ
شوٗزین دیوہ شوٗنہ راوکھ و تھ
پندہ گگرن گژھ ہیہ وھٹل
سنتوشہ پیالہ یوییہ آنندہ پھل
(پیرانند)

موتی لال ساقی

غزل

یاوُن چھُو باتبر لوٗمت چمنس خمار دلیئے
ژی ونتہ کوٗت کالہ کریہ انتظار دلیئے

غمہ کِس سمندرس منز یاژ چھے آش پیہ ژلان
یاژ چھُو پشہ یا عتق زلان بہار دلیئے

شفقک تیز رچھُو شفقس چمن خمار بخشان
چھُمک ہوا بہارس یاسان چھُو نار دلیئے

نادان دوستدارو کن تھوُ نہ ویلہ زارن
بے تاب پوشنولن دِل لالہ زار دلیئے

منزل لبُن چھِے کیا کتھ لیکن یقین محکم
کمُ دون چھی بندہ میانی بے اعتبار دلیئے

چھیمہ کہ لدیہ سینہ میون کم نیزہ تیر ژالان
امید شوقہ بلبلو کور گلشن نثار دلیئے

مس کھاس بنیہ اتھن کیتہ ساقی کمس چھُو ژھارن
"شہزادہ" میانہ کمُ کور دل بےقرار دلیئے

فاروقی بڈگامی

ٹُکھ

طبیبا درد جگرک محرماہ گوژھ
نہ زخمن سینہ کیئن کھُوت مرہما گوژھ
اگر دُنیہ ہم زہ چیز سپدن نہ امکان
میہ تنیلہ سمر باولس کیوت ہمدماہ گوژھ

جوانس گژھیہ دِلس منز جوش آسُن
تیو تھوی ہیتہ مشکہ دار گژھیہ پوشن آسن
جوانی اکھ شراباہ مست کرہ وُن
مگر مستیہ اندر گژھیہ ہوش آسن

ساوتُن تہ گاٹیج ژُن (صفحہ ۲۴ سے آگے)

پیچھُو تمن بتیہ کُری ۔ مہربانی کرِتھ گژھ تم میہ سپرد کرُن، راژہ وُنتھ ۔ یمن لوکن منز ہرگاہ چانی غلام چھی ۔ تژہ ہیکہ ہاکھ پرزہ نادِتھ ۔ کلن یکو ونتھ اسُس ژدوستوئے باپارکٹ لکن منز موجود ۔ دیوستماہ کرِ تمن دیتہ تہ ونُن ۔ مہاراج تم ژور غلام چھی یم ۔ باپارکٹ لگ جدا ودِ ترژہ اُسس چھی ییتہ کی لبکین ۔ تیو تھوی ونژھ دیوستمارازس کنُن ۔ مہاراج پرژھ تے چھیوہ ۔ یمن تلنا ودکلو بیٹھ یکہ تھو دِرمن سارنی چھوڑہ ونکس میون غلام داغ ۔ بیتھوی تسندیہ وُنن پوندراو باپارکیٹن ہیتن ژھرٹھ لگن ۔ راژہ تہ گو اشچرس ۔ سوٗ وُتھ تس ۔ آخر یہ کیا معاملہ چھُو ۔ دیوستمائہ پودا میہ پتہ سورُی حال راژس ۔ لوکو تھوی پوز ۔ تمن پھچہ اُسس اُس ہل کانہ ۔ باپارہ کیٹن آو سزا دنہ تہ دیوستمائہ ترٗ انعام کنہ ۔ انیرِ وانیر دیار ۔ امیہ پتہ آیہ سوٗ پننس برتھاہس سیئت خوش خوشحال واپس پنُن گھرہ ۔

مصنف منشی پریم چند

مترجم کمندان

عیدگاہ

"عید آیہ رسہ رسہ۔ عیدگاہ وسہ وسئے۔ عیدگاہ دسے ئسئے۔"

محلچہ زنانہ آسہ دُر گنڈ گنڈ رؤف کران —— "عید آیہ رسہ رسہ۔"

پزہ کن آیہ رسہ رسے عید۔ ماہِ رمضانک ۳۰ روزہ گژھ ہتھ۔ از یک دون تہ افتابہ چھِ حسین۔ روہش چھُ گاش ہُر۔ کُلین چھ پھُلے ژر۔ جوین چھُ آب تہ بنین چھُ شور۔ دلن چھ دیہ رائے زہ از چھ عید۔ شو عید بوسہ منگ منگ تہ کانچھ کانچھ آیہ ژھرین نہ کیٹن۔ لوکین نہ بڑین کیژھ خوشی تہ شادیانہ ہیتھ۔

گاش پھولنہ پیٹھے آیہ مکھٹا کین واہرنہ۔ سران کرہ لاگھ نو پلو۔ نو بوٹ۔ تہ نوہ ٹوپہ ڈژ کھہ کلن۔ اکس چھونہ کرتنہ ٹوفل شو گو ہمسایہن ہند شرن تہ پن انہ ہہ۔ بیس چھینہ بوٹس پالیش شو گو یارس برش ہینہ۔ اکس چھونہ زنگرس پھوک تم ہیوت یا سکل کھارس پیپ۔ بیس چھینہ ایزارس ڈور۔ تم پھا سو سرا کہ پچیس زیبھ دچہ تہ ہثیرن گیرس نارن۔

پتھ ئوہ شُشرئ۔ تمن کیاہ روزن سیت واسطہ تہ نمازن سیت غرض۔ روزہ داری گیہ بڑین۔ تمن چھُ ناڈہ بھتس سیت غرض تہ شو گرشہ ہیک بروہنہ کنُ واتی شو گینہ آؤ نہ تمہ خیارہ کمن تُندجین پیوہا بہ سیبس لگن منج چھینہ تمن فکرہ۔ تم یلہ پنینہ ہینتھہ ہینینہ لعلہ منزہ عیدیانہ چھ کڈان تہ منز اُ مھس پیٹھ تھاوِ تھہ چھ گنزران۔ تمن چھ بوکہ پھولان۔ "ایہ دونی دژم ماجہ۔ ایہ ژونی بن۔ پونڈ دیوتم بوپھُو نہ بیا کھہ پونڈ

ماشو۔" تمن چھ انز ایڈی گرند۔ پونڈ دونی تہ ژونی رؤمی ٹوپ تہ کرہ کرہ کمون لوؤ بوٹ .... محمد۔ کریمہ۔ قادرہ تہ بشیرہ ساری شُر چھ انز خوش۔ گنڈان تہ اسان۔ وؤٹھ ملان تہ شور لاگان۔ اما پوز امو ساروی خوتہ چھُ خوش حامہ گُل۔ پانژہ شِہ وہرہ حامہ گُل۔ تیندمول پرس دِیاہ بُزگو تہ ماجہ بچارہ ہیوت اندری یوتام تس تہ ریجھ شہ مرہ کڈن۔ دون چھ تس کن نا نیہ۔ تس نش چھُ شونگان۔ تہ تس نِش چھُ بہان تسنز خوشی منز چھُونہ کانہہ گرلئے۔ بلکہ چھس ژدی پہان خوشی کیازہ تسندمول چھُ گومت روپیہ دوژھہ زینہ۔ سوا بیس روپیہ حلم۔ موج چھس گیمژ خدا بیس نش حامہ کلس کت کم کم چیز اینہ یلہ تم تس کت روپیہ نہ کم کم چیز ہینتھہ ان۔ اوہ کیاہ ہا دہ ایہ قادرس تہ بشیرس مزہ۔ تم کمہ اُمن تیثرہ روپیہ تمہ وزہ اینزہ حامہ کلس نش آسن۔

اما پوز حامہ کلیہ نہ ناتہہ فریژ دیدہ کس چھوکُ چھُو والنجیہ شوزانہ نہ کانہہ۔ شو چھ انہ کھٹس منز اکس کونجس تل شرو پشرہ دد دژ چھس اچھن ژیرہ نم گیمت۔ خلقن کیژ چھ انز عید مگر تس چھُونہ گھرہ وئے۔ انزے محمد صدیق زندہ آسیہ ہا تیلہ آسہ ہا عید پیئے رنگ۔ تس تے صبح پیٹھ آنٹہین نہ پن آمت اتھ کنہ عیند ہند سنز کران۔ امی غمن آس فریژ دیدہ اُدچہ تہ آؤ شیرہ دا لنجہ گژھ کرمت۔ شو آس دیان امہ خوتہ سنے عید پیئے ہی امہ خوتہ

گیازہ زورنہ روزداری پی دوئے۔ اما پوز مامہ کولٔ اوس خوش۔ تس کیاہ۔ کانہہ مرتن پانس تن۔ تس اوس اندرہ گاسش تہ نیرہ آش۔ دپان شکستنہ واوہ چھہ وُکھل پھٹان مگر شُرخیالسن تہ معصوم دِلن ما چھُو شکستنن واوٗ تہ پوشان

مامہ کوٗل آدکنیٗ ملکھ ہیتھ تہ دوٗنَن نانہ۔ "اِمے تُہ فکر بھرکھ دیدی۔ یہ ہے اِمے سارہ نی پروٗنہہ عیدگاہ پکِتھ پھیرتھ ——"

تہ فریٖزہ دیدہ لایکھ بگرس ژَنَڈ۔ خلقتھ ہند شرٗیہ وسن از مالین سیت عیدگاہ۔ مگر مامہ کلس کُس چھُو فریزہ دیدہ دُسس۔ سوکتھ کُس دی تس بھمسن کُنیٗ ژوٗن عیدگاہ وسنہ۔ آخر لتہ مونجہ ماگُشھہ کنہٗ جایہ۔ کھوریانہ تہ چھوسنہ کھوٗرن۔ دتہ ماسنہ تس گیتہ پھلِ پدین۔ ووٗن نی ہس پانس سیت مگر بیت کُن کُس کرہ عید ہُندا انتظام۔ روپے کانہہ ہے آسہ ہے تیلہ کیاہ غم اوس تورہ اُدن اَنہ ہے مازِ پاواہ۔ تہ تو ملہ بیراہ تہ ژھیہ ہے۔ اما پوز تھتھ نہ چھس بچارہ بیچھنوٗی۔ کیاہ کرِہ کرِ آسِن اوترہ آنہ پاہ شمبر ممنت پھمپ کتھہ از کر دوہ یا ہت مگر یہ مشینہ والِ تقاضہ کورُس پیا نیس پوٗنسن۔ تم تہ پیس سلو پار سلوتلہ کڈتھ تس حوالہ کرِن۔ ووٗن اوسنہ یوتوی بوت۔ تموٗر تہ سوٗرہ سنے وال تہ آسن لیکان۔ تمن کڈیا نہ ژھور روئی۔ ننگ ماگُشھسیں بڑہ دوہ۔ خدا صیب بھوٗن وارہ وتہ آخر لسن بسن ہے چھو۔

محلہ پیچھہ دراو کُن ہُنہ جلوسُس ہیو۔ شرین سیت دراو مامہ کوٗل تہ میٗترہ کوچہ، ییتھ دطرفہ بیندرہ دوسُس آسِ، سوکڈتھ ہیٖز منٖزریو دورلکن۔ مان مان آس یم مرزہ پی ہن ہی پروٗنہہ گرٗشھان نیرتھ تہ بلہ نہ ہٹہ ژہٹہ پیتھ آسُ لوٗنان تم آسی ہٹھسران۔ یتھ کُن آس نظر دوان تہ ژکھ آسکھ کھسان اِم نہٹہ گیازہ چھہ وارہ وارہ نووِہ ہندہ پاٹھیہ لیکان۔ تمن آسیٖ پُدوتی تہ من اوسکھ عیدگاہ دونمت۔ بدین آسکھ پکھ زن آمُژہ۔ یم بتین ہی آسس نیرتھ گرٗشھان۔ ژھیہ پہرو۔ لوکچہ لرہ تہ بچہ منٖدوزہ ڈیشتھ یود تہ دنتہ

شرین ہند ژُاراٗ ہال۔ زنانن ہند ہسپتال۔ تیلہ مشین تہ وان مشین ایہ بھتہ اوان اوس تھتہ متعلق آس شرٗیہ کینہ تہ کینہ کتھہ کران۔ اکھ اوس دنان تیلہ مشین منٖز چھُو ژادرو ژادرو تیل وسان تہ بیاکھ اوس دپان انہ چھہ تیلہ نلکہ آسان یمو منٖزہ تیل چھونیران۔ لیشیرہ اوس مریاہ تیلنگہ پہان۔ ہسپتال ڈلیتھ ووٗن نکھہ" انہ ما چھہ نزسہ آسان اوڈوی مس تھوٗتھ۔" قادرن دوپُس —— "سان کاکشیہ کرٗہ ہو گرٗۂ ہیہ مس ژٹتھ" سا دِی تہ دو ہٹہ ہٹہ کران آسن۔ بروٗنہہ پہان پکھ آو ژاتہ ہال۔ کرٗمن دوپ "یتھ ژاتہ ہالس منٖز ما چھہ بڈہ بالٕ ہی شرٗیہ پیدان۔" قادِرن تہ دوہر آسُ، ووٗتھک۔" اسہ چھُوما جمائہ منٖز شعبان راتھ رٗوُد لڑکہ اوترہ ما ووٗن تس ماشرٗچی ہن —— ماچھ ووٗنتہ۔" شرین گو ہُل کانین گرٗس اسان اسان۔ تہ کاموان گو پروٗنہہ کُن پکان۔ پٔت کن ژکھہ ژٹیو کرکھہ۔ ہیو لیہ لیہ ما۔ ٹانگس تل ما گرٗشہ ہو۔ یوت پروٗنہہ ما آسو نیران۔ ییتہ نا ابو انتھ کُھنہ اما پوز شرٗیہ شیطانن چھا بربین منٖزہ کتھ دپان۔

پروٗنہہ پہان پکتھ آیہ بھتہ ژیتھ چوک۔ قادرن ہاوٗ پٔنن ژان کاری۔ "یتہ چھنا پولیس روزان۔ بچارن چھوک رات راتس پہوان گشت دیون۔ کرن تہ کیاہ سنتہ ژدُراژن تہ لوٹ مچاون۔"

"اوٗلا" ووتھس لیشیرہ۔ "دٹہ سہ ییئے سنے کرن راچھ۔ ہنا ییئے ما چھہ ژور کرہ ناوان یم چھہ آسان ژوان سیت رلتھ۔ تمن دپان۔ "سوتوژہ کرٗ پنٕن کامُ۔" تریانہ پہان بیکس مجلس منٖز کرکہ دِنہ۔ "خبردار ہوش۔" جاگو بھیٖ جاگو!" میوٗن مام تہ ما چھو پنسہ دول۔ ۲۰۰ روپیہ چھس طلب۔ گھرہ چھوی پرتھ ربتہ ۵۰ روپیہ سوزان وچھ تس کتہ یا چھک اینٖترہ روپیہ انان۔ مگر قادرا یوزھا۔ یمن کیا یا چھوی خدا صیب نہ پیٹھ پیوان حرامک چھک گرٗشھان حرامس۔ پتہ وریہ لوگ میٖنس ماس

گھرس نار۔ اوہ ہیژتان ورایگھ نہ۔ "قادرن دپوس" اوہ کھوگرٕ ھیک۔ خدا صیب چھُو غاصبن غضب کران۔"

اقھۓ پاٹھہ کتھ کران۔ گندان اسان تہ وونہٕ نلان واُت ام عیدگاہ نزدیک دوطرفان آس وانہ لاُن۔ حلوائے وانن پیٹھہ بسرکھ تہ کھنڈہ گازرہ۔ ژھوٹہ وانن پیٹھہ مٹریہ مکائی تہ تلیتھ کرہ۔ تہ یاوہ وانن پیٹھہ پان تہ سیگرٹ۔ پرتھ کانہہ چیز چھُو مہیا۔ وانہ والیں ہنز تنبل چھہ کدلہ پیٹھۓ عیدگاہ تام۔ لوکھ لوکھ۔ اِہتا خدایہ لوکھ کا ہُتاہ چھہ۔ مُسلمان۔ نوٕ تہ زرکہ برک کرِون جامہ لاگتھ۔ بٔڈ مسلمان بھایِن عید مبارک دِنہ آمت۔ تہ عیند نمازہ ہُند تماشہ وچھنہ۔ بشیرن زیوکتھ کتہ بیہہ ہے ژھوپہ کرتھ۔ دوپہ نکھ۔ "تو نہ ہا چھی اڈ لکھ پران بجہ مشیدہ نمازہ تہ اڈ پران خانقاہ۔ نتہ کیتو وانن تیہ سازی۔ بیتہ پوٗد تراونس روزہ نہ جائے۔" سازی لگ وچھنہ میدانس کُن

عیدگاہ۔ سُو وسیع میدان تیہ روزدار تہ ڈہل کھاوٕ۔ پرہیزگار تہ گنہگار۔ ساُری چھہ یکیا نماز پران۔ امیر بدہہ آیہ تم چھہ بروٗنہمین تندلن۔ یم غریب زیر چھی اِدان تم چھہ پتہ کنہ وِدنہ روزان۔ بڈ نہ لوکٹ۔ امیر تہ غریب اسلامس منز چھنہ اتھ تمیز۔ سازی چھہ ہیو۔ سازی چھہ یکیا نماز پران۔ یکیا سجدہ دِوان۔ تہ یکیا دُعا پران۔ نمازہ ہُندایہ نظارہ کوتاہ خوش اوٗن چھُو۔ کوتاہ ژوٹھ چھُو۔ بیتہ نہ تاج نہ محتاجہ شُند کانہہ تمیز چھُو۔ بیتہ سازی انسان چھہ ہونہ یکسان۔

نماز پیٚر ادا۔ لوکو کرہ اکھ اکس سیت دست بوٗس نالہ مُت تہ اکھ اکس دِتک عید مبارک۔ تو پت ہیتکھ وارہ وارہ گھرن کُن لسُن۔ مٹھایہ وانن تہ تماشہ دکانن ووٗتھ لوٗٹ۔ لوکٕ کہو بڈ سازی پیسہ تماشہ وانن پیٹھ ملیشر وگرتہ زانیان۔ رنگدار تہ ناُٹیان بہایِن جہار آزہ۔ ٹکہ وا وچہ پھوکہ پالہ۔ بوبوس۔ ست ٹاس۔ مہتاب سر ترنر گگہ۔ غرض سوچینہ کانہہ چیز نیس نہ انہ کُتن چھُو۔ بسرکھ تہ کھنڈ گازرہ ہیژھ لکو منٛوٗقہ سان۔ کلچہ تہ باقرخانہ ژٕہ بہ منز من منز۔

سارِوی مٹریو ہینچھ تماشہ۔ لیشیرن ہیوت گر۔ تہ لوگ کہ کہ دنہ وچھہ وتوی میون گرُ۔ تھر گردن تھا و تھہ۔ اسے بٹ بٹ ہا۔

قادرن ہیوت زانپانہ۔ دوٹن پیتھہ منز آہستہ میانہ بیتہ ہٹر اچھہ واُر بہیان

محمد ہیژ پی پن۔ سیڈیاہ وا بیتھ وژن کرکھ۔ بہ گوس پلسہ وول یہ آسہ سی ٹی ڈابان۔

مامہ کلس آس فرشہ دیدہ موٗن وژمژ۔ سُو اوس گرتن چندس منز اتھہ تہ اتھہ ژھنان تہ زورہ تقیب کران۔ برتھ تہ گرُنتھ دوٗٹھک "توبہ ہا چھوہ چاڑ تماشن کیاہ۔ ہیژ دی چھاکتہ نہ۔ اتھہ منز سے دلیپر تو پُجارہ گژھ ھیک۔"

محمد دوپس۔ "میان پی پن ما چھہ ہیژو۔"

"ہوُ ہہ۔ ٹیہ کھنڈی ہاچھۓ ہکہ کتہ۔ ہیرلس کیاہ۔ لتہ تل اگر سے گژھی ژرٹ گژھیس۔ تیہ کرہ ہٹس پی پی۔"

محمد گو کم پایہ ہیو۔ اما پوز مامہ کلس اوس اندہ وژہ وژہ گژھان زہ بشیرہ دی ہیے میہ پتن گرا مقس کیتھہ بہ تہ وچھہ ہا یا محمدی دی ہے پی پن یہ تہ وایہ ہاسی ٹی اکہ لٹہ۔

مگر تم تہ ما دی دپنس۔ تمن تہ اوس نو ووی شوق۔ مامہ کول اوسکھ ملہ تعلہ وچھان گرا گرس تہ زانیاس۔ گرا پی پیہ تہ ٹکہ داوچہ۔

تماشہ دکان دراے تہ پتھ آس حلوائے لاُن۔ اک ہیوت بسرکھ تہ اک کھنڈہ گازرہ۔ اک ہیر پورہ تہ اک مٹریہ مکائی۔ سارِوی ہیوت بوکاہ بوکاہ آسس بھرن تہ ژاپن۔ مامہ کول دودانہ کُن اچھہ پھیر پھیر وچھان۔ کریشان تہ وُش تراوان۔ اما پوز لریہ ہیوکُن تہ کیتھہ دنہتھ۔ چندس آسس دونی۔ دیدہ وژہ تہ بیہ ژھانڈن چندس اتھ دونی آس اُت کو تمس منز۔

بشیرن کورس ٹینہ۔ "مامہ کلیا رٹو بسرکھ۔ میو ہا چھوئی

ماما ڪل زون ايہ جھومبيدلي اچھڻ ناٹه ڪران ڳمر طمع ھن ڪوڏس ڪلہ ۔ خبر
ڪيانہ ٻيپيں زنگہ تہ دورن اہتھ ۔ بشيرن نج رنڙھاہ مامہ ڪلس
ڪُن ها دنھو لزن پاشاہ ڪرنھہ آسس تہ نڙيو وائي زدہ هپ ۔
تہ شوگو نٺت هيو ۔

بشيرن دوليس ۔ "ادہ ہار ہٿہ ونکيں کہ پھرہ دسيءَ پاخدا ضرور ۔" مامہ ڪل گلوئن ۔ "ھتا ھڻو اٺت ۔ منيا ڇهڻہ حاجت ۔ ميہ ڇهنا پنستہ ۔" تہ ايہ وٺھہ دڙن چپنڊس ڪُن منظراہ ۔

قادرن ودنس ۔ "زي آسنے ڇھبا ڪنہ زيادہ ۔ نمن ڪرڙ و وأن ڪہ ڪھہ ۔" امن دوليس ۔ "ادہ پالبشيرن کورئي ٺھٺهي ۔ رڪھہ جا دسيءِ ڪھنڊہ گازر ۔" مامہ ڪل ديوٹ پالنس تسلي تہ وون نس ۔ "ڪھنڈہ گازر کوسا ڪنھ ڇھہ ۔ ڇهبا جبر تمنہ دوہہ ڪياہ ووئن مولوي حبين ۔ دوئين پاذر چيز گڙھمن نہ ڪھين ۔ ايھو سيت ڇهُو دودڪران ۔"

قادراوس چالاڪ ووٺيس درجواب ۔ "ھتا اسہ منہ ونہ ۔ اندرڪمن آسکھ ڊيان رہانم اسہ رنڙھاہ ڪُي زڏُپ ڪڏہ ہاس ٻنپئن ٻنبيہ ڪوناہ ڇهڪ ڪڏان ڪنجوساہ ۔

امن دڙ ٻھل ۔ "ٻيہا ڇھوہ اگھاہ ۔ ڊيان وولہ ام ها موڪلاون گھيئت جيٺھہ ۔ پتہ ڪياہ ھيمہ ٻہ ڪنيزھاہ تہ اچھہ ناٹہ ڪمڪرہ ڪھيمہ امن برو ہنہ ڪھندہ ۔"

مٺھائي وأن نہ درائي ٻهنہ ڪن ۔ ووَن آيہ ننگرہ وال تہ بساط سيٹي آس ڪيزو ڪھاروڙادرن ٻيٺھہ چيز ڪنن بتماہ بت ۔ ڙالنہ نہ ڪرڙ دھہ چمڙہ نہ پھوڪہ ناڙہ ۔ مامہ ڪلس ٻپہ نظر ۔ شوگو اڪس ڪھادہ والس ڪن ۔ چمڙہ ڙالن ۔ ڪرڙ دھہ تہ پھوڪ نور ۔ ہتہ پھوڪہ نور ۔ "ہے ايہ ڇپاسہ پھوڪہ نور ۔" "اھنو ماٹھيا ۔"

"پھوڪہ نور ۔ ٻنہ نا ديدہ ڪپوت اکھہ ۔ والس پيو نہ وڙہ ڇھيس اچھين ميو تنزرڙ ودنھان دھہ سيٹ ۔ ٻمہ سيت واتيئس آسائش ۔ امالوز خبر کتيس دي ۔ خبر تو ہتہ ڇهيا پيڙدھنس حريہ ڪھبڑ تماشہ ھبينہ سيت ڪياہ فائدہ ڇيھم مٺھائي ڪھينہ نہ ڪياہ نيرہ ۔ پيو ناہ

گڙ ھہ نہ ڪنہ نہ ڪينہ ۔ پھوڪہ نور دي ھيمہ ۔ اڪھہ وانہ گھرس چيز ٻيہ بلہ ۔ دڳيہ وڇيهہ دپہ وڇيهہ ميون مامہ ڪول ڪيو ٿھ ڇهو ۔ ڪوتاہ گاٽي ڇهو ۔ ايہ ما ڇهو ٻنبيہ ٻيا دڪران ۔ ادہ هيت ميانيو پاڙو تماشہ ۔ ٻيزڪھہ ڪياہ ۔ اڏين ٻيہ اہتھہ منزہ نہ ٻھٽيڪ ۔ اڏين رتن مجائي ٻنيہ ٺپيہ نہ ڙھنڪھہ ٻھڙ ٿھہ ۔ ميون پھوڪہ نور روزہ اٺت ۔ اٺھہ نيرہ وقت ۔ ديدہ ڪيہ نہ اچھين ووہ ۔ وڇهيا ڪھتہ ڪھنہ ڇهہ مٺھائي ڪھيوان ۔ دپہ ہن ھتا مامہ ڪلہ ٿہ ڪھيہ رڙھاہ ۔ ڪھيئي تن ميہ ڪياہ پاسنے ڪرپکھہ ڏود ۔ مولوي ھيبين وونہ ڪينہ اپڙہ لپرڪھہ ڪھتيہ سيت نيرکھہ گڙھي ۔ ٻنبيہ فرضيک عادت گرڙھيک ٻيگاہ ڪرن ڙوو ۔ پاسنے دگ ٿکھہ تل اٿت ۔ يہ ھيمہ پھوڪہ نور ۔ ديہ گڙھہ خوش ۔ محلہ ڪين وہ وڇهو ميون مامہ ڪول ڪيو ٿھ لائق لڙڪالہ ڇهو ۔ تم ڪياہ اون ميہ ڪپوت عيدگاہ ، شودي ميہ دعائي خير ۔ امن ڪسُ دي ۔ زٺيين ہنہ دعائي خير ڇهو خدا حبيب جل پوزان ۔ اڙ ڇهہ ميہ ام ٻنبيہ ها وان ۔ بلہ ميان نوح تہ باٻہ صيبان ٻتہ ہا دکھہ ٻنبيہ ۔ يہ ڇهيسہ ٻينڊ پاٺھہ ڪينہ بےعقل ۔ تيت تماشہ دکھہ ۔ فکرہ تارکھہ نيٺس پاڙن سيت ڪيو ٿھ سلوڪ ڪرڙ ھہ ڪرن ۔"

"پکھہ سہ ماليا پوڪن ۔" وانہ وال سنہرہ آوازہ وڙہ نو مامہ ڪول زن تہ نيندرہ ۔ دوپالنس ۔ "ايہ پھوڪہ نور ڪتيس سہ ڇهو؟" وانہ وال وڇهتہ امس ڪانہہ پوڏاہ سيت دوپ نس ۔" ڪرکھ ڪياہ اہتھہ ۔ ايہ لگي نہ ڙھيہ ۔" مامہ ڪل وونس ۔ "ڪنن ڇهو پايارہ ڪينہ نہ ۔"

" اھن سہ ٹا ٹھيا ۔ ادہ ڇهمہ نہ ڇهيں ۔" "ادہ ڪونہ پھڪ وٺان ڪرڙ ۔ ٻنبيہ گرڙھني ۔" "اٺھہ ھسہ ڇهي ٹاٹھيا تڙہ آنہ دلن" "تڙہ آنہ ؟" مامہ ڪل ڪڏ وڌھہ "دوُن آئن دکھنا ۔" ڪھارن دوپس نہ تہ مامہ ڪول گو ٻيهوئي مايوس تہ ھيوتن بہ دہنہ ڪين ۔ مگر ڪھارن کوڙس پوت آلو ۔" دولوٹا ٹھيا ۔ نيو ۔" مامہ ڪل ڪڏ دوني تہ تلن نورہ الحصن ڪيتہ ۔ پھرپھر ڪرنس نظراہ تہ ٻھنوون پھيکس ٻڏيہ ۔ زنتہ اوس ملڙھي دول بندوق ٻنھيہ ۔ ٻڏہ ڪما مدسان گويادن لنئي ۔

بستیٖرن دونس۔ "اتھ کھوکرکھ تاوتس۔ چار یا ایہ کھتھ لگی۔"
مامہ کلؠ کوڈ ناره سیٖت زمینس تاساه تہ دوپ نس۔ "ملا انن پنن گریو نہہ کن۔ اکی دیہ بہہ ناوس کھبر۔"

قادرن کرے ایہ چالاکی۔ "ہیو مامہ کلیا ایہ تورتہ چھا گندن تماشہ کانہہ۔" مگر تم دپوس۔ گوژھ نا آسن۔ چھیکس بیٹھ تھوون تہ بندوق اُنگس منز تھوون تہ گرٕ۔ اکھ اکھ ٹاس اگرے تہندین تماشن تراوده ولایت واتنا ووه سارن۔ تہند تماشہ اگر ساری تہ یکیا منن بیٹھ تو تہ گرژھ چھ نہ اتھ الہ گزار۔

کرمن آس ٹکہ واوچ حبس منز۔ دوپ نس "مامہ کلیا وولا ادلہ بدل کرو۔ یا خدا چھے پونڈس ٹکہ واوچ۔"

"ہتا بچاریا۔ اکہ ٹاسہ سیٖت ہا کرژھنے تره اتھ ٹکہ واوچہ ٹکہ واوچ کیاه چھم ہاوان۔ میہ کھتھ لیہ۔"

ساری منز گیہ ہے بنگہ۔ اما پوز دون آس نہ کانسہ منز پونسہ دوٗن دُتھ تم بدل تہ۔ "مامہ کلیا نکا اسہ تہ ہاونن نور۔ ہتا ژہ رُو ایہ ژانپانہ۔ دچھو۔ کیوتھ چھو۔" تہ واره واره وچھامو ساروی اسند پھوکہ نوره تہ ام تہ ژٹ ساری تماشہ اکہ اکہ اتھس کمیٹھہ دزنہ تہ ساری ام سندی آس۔ اچھن چھیو رس شہجار ہیو زنتہ سار ارمان دراس۔

پھوکہ نار تھوو مامہ کلیون عزت۔ قادرن وژس پنہ کھند اه گاڈه منز وژھا۔ کرمن دوشن منز یہ مکلئے پھل ہنا۔

اسمان تہ پھولان۔ شوقہ تہ چاوه سان گیہ یم لیکان تہ پتھوی گھرہ نس وات کتی تھکہ نتھ ژایہ اند دبام منزیہ عیدگاه آستی تہ گیمت تم ورائے بٹھ تہ تھپہ نیکہ بجاین ہند تماشہ اتھو منز اڈین تماشن پچھ ژنگہ تہ اڈین دُتھ پونس منز کلئے تھود۔

مامہ کول تہ ژاوکھرو۔ فریٖژ دیده آس بدونہی سشرین منز کرکھ کنن گیمتر۔ ستو دلابہ وژھہ والنجہ ہتھم۔ مامہ کول ٹلن کو چھتھ۔ تہ ڈیکس ووونس بیوٹھاه۔ تام چھیس تسندس اتھس کن نظر تہ

وژھس۔

"ایہ کینتو اتھہ پھوکہ نور۔"

"ے ہے اون مول۔"

"کیتس۔"

"دونی۔"

فریٖژ دیده دیوت وچھیس دوگاه۔ "ہہے کیاه گوم۔ ژہ کھتہ چور چھک۔ دوپہر ووت۔ صُبحہ پیٹھہ تہ کھیوت کینہہ نہ چوہتھ۔ فاقئے تہ فکرے تہ توره کیاه اون سے — ایہ پھوکہ نور۔"

مامہ کلُ وونس کھوژ کھوژ۔ "ویدی ژ ایہ ادسوی سے دُ لگان وانس پیوم وژه تہ ژاس اوان پھوکہ دوان دوالی تی ہے انم ایہ نور۔ ژہ ژیہہ واتی آسائش۔"

فریٖژ دیده آیہ بہرژن چھرتہ۔ تس وژھہ اش داه۔ سوچن "مامہ کلس میانس کوتاه طمع آہنسہ گمت تماشہ تہ ہتھائے ہنس۔ اما پوز امس کتہ اُدبتھ ضبط تہ تاب ژه میانہ یا ہت اُنن پھوکہ نور۔" فریٖژ دیده گیہ اشکس منز غرق۔ تہ ژن موژرے ایہ ییمتہ شہ دریشس کوره ہن ہش۔ یہ وتہہ کھتہ باسیوس تسیٹھ دُہر مامہ کول۔ عقلمند تہ سمجھدار۔ تم روٹ مامہ کول نالہ منتہ تہ ژھیس کرکھ تیر نقد۔ "لیہ سیا بلایہ ہیکہ ٹاہتھ مامہ کلیا۔!"

مامہ کول۔ اوس فریٖژ دیده ہندین پژه والن کن ہتے گنڈ اتھ وچھان۔ بہوئے مشتھ گومت۔ روومت ہیو۔"

تیمبر کن آسہ ملچہ زنانہ رؤف کران سے

عیدآیہ رسہ رسہ —!!!